فائزہ افتخار

یہ رنگ کچے ہیں

"مستو میں کون کون سے ڈریسز رکھوں؟" خولہ نے الماری میں سر گھسائے ہوئے پوچھا۔

"رکھ لو کوئی سے بھی۔"

وہاں ہے زارا کا وہی عالم تھا جو ہر چھٹی پہ اسلام آباد جاتے ہوئے ہوا کرتا تھا۔

"یہ ٹھیک ہیں؟" اس نے دو تین ہینگرز اٹھا کے دکھائے۔

"ہاں ٹھیک ہیں۔"

اس نے بغیر دیکھے کی زحمت کیے جان چھڑائی جس پر خولہ کو تاؤ آیا۔

"دیکھے بغیر کیسے پتہ چل گیا کہ ٹھیک ہیں؟"

"ہزار بار تو دیکھے ہیں۔" وہ چڑ کے بولی تو خولہ کو فکر لگ گئی۔

"ہزار بار؟ واقعی یار! یہ تو بہت پرانے ہیں۔ ایگزامز کے خوف نے اور کچھ کرنے ہی نہیں دیا۔ جب سے مارکیٹ کا چکر لگایا نہ کوئی نئے ڈریسز ہوا کے۔ چلو آؤ کسی بوتیک تک ہو کر آتے ہیں۔ کم از کم دو نئے سوٹ تو ہونے چاہئیں۔"

"خولہ! میں تمہیں کتنی بار بتاؤں، میری خالہ وہاں بالکل اکیلی رہتی ہیں۔ ان کا کوئی جوان بیٹا نہیں ہے۔"

مکمل ناول

اس لیے تمہاری یہ سب تیاریاں بے کار جائیں گی۔ جو
پیسے وہی رکھ لو۔ بوتیک میں پیسے ضائع کرنے سے کچھ
نہیں ملے گا۔"

"تو تمہارا خیال ہے میں... میں..." غصے کے
مارے اس سے بات مکمل نہ ہو سکی۔

"ایسا مت سوچو میرا... ایک تو ویسے ہی وہاں جانے
کے خیال سے میرا موڈ آف ہو جاتا ہے۔ پتہ نہیں کیا
ہے ماما پاپا کو بھی۔ کتنی اچھی سی ہاسٹل میں مزے سے
چھٹیاں بھی گزار رہی تھیں مگر مجھے جانا پڑتا ہے اپنی
خالہ کے پاس۔ اس سے تو اچھا ہے میں کوئی
چھوٹی موٹی واردات کر کے چند دن حوالات کی سیر کر آیا
کروں۔"

"تو ٹھیک ورنہ... پہلے وہاں تنہائی کی وجہ سے بور
ہوتی ہو گی تمہیں۔ اس بار تو میں بھی جا رہی ہوں پھر
فکر کیا بات ہے؟"

خولہ کی اس بات پہ اس نے بے زاری سے اس کے
کھلے کھلے چہرے کو دیکھا۔

"تب ہی تو اصل فکر والی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا تیز لہجے۔ "ایک تو
میں تمہارے اکیلے پن کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ کے یہ
چھٹیوں کے چند سہانے دن تمہاری سڑی
ہوئی خالہ کے ہاں اس سوتے ہوئے شہر اسلام آباد میں
ضائع کرنے جا رہی ہوں، اوپر سے تم بجائے میرا
احسان ماننے کے الٹی باتیں سنا رہی ہو۔"

"اس لیے کہ ابھی تک میرے بھیجے میں یہ بات
نہیں سما رہی کہ تم کسی کی قرابت پہ احسان کرنے والی ہو
تمہیں پھر اس مہربانی کی وجہ؟ کیا ہوا ہے اسلام آباد
میں تمہارے..."

خولہ نے ہاتھ میں پکڑا ٹریول بیگ نیچے پھینکا اور پاؤں
کی ٹھوکر سے اسے دور...

سدرہ کی جان پہ بن آئی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم چاہتی ہو۔ جب سے آئی ہو مسلسل
یہی کوشش کر رہی ہو کہ کسی طرح مجھے جانے سے
روک سکو۔ اب تو مجھے بھی یہی شک ہو رہا ہے کہ
اسلام آباد میں تمہارا ایسا کیا ہوا ہے جس کے بارے
میں تمہیں ڈر ہے کہ وہ میں نہ نکال لوں۔"

"میں تو مذاق کر رہی تھی یار۔" اس نے مرے
مرے لہجے میں کہا۔

اکیلے وہاں پندرہ دن گزارنے کے خیال سے ہی
تکلیف ہو رہی تھی۔ جب بھی گئی کسی نہ کسی ویک
اینڈ پہ گئی یا زیادہ سے زیادہ تین چار دن گزار لیے ظاہر
ہے چھٹیوں میں ہاسٹل میں رہنے کی نہ کوئی تک سمجھ
میں آئی نہ اس کا اتنا حوصلہ تھا کہ اکیلی بڑے سے اور
اونچی چھت والے کمرے میں دن رات گزار سکے۔

زیادہ لمبی چھٹیوں میں تو وہ ماما پاپا کے پاس چلی جایا کرتی
تھی۔ اس بار ان کا عرصے بعد جانے کا ارادہ تھا اس لیے
اسے پاکستان میں ہی رہنے اور خالہ کے پاس اسلام آباد
جانے کا آرڈر ملا تھا۔ اس نے اپنا مسئلہ وحید فرم کے سسکار
دوست خولہ سے شیئر کیا تو وہ جیسے تیار بیٹھی تھی۔
فوراً "ساتھ جانے کو راضی ہو گئی اور یہی بات سدرہ کو
مسلسل شک میں مبتلا کر رہی تھی ورنہ بات تو بہت
اطمینان بخش تھی کہ اس بور ترین گھر میں بور ترین
خالہ کے ساتھ پندرہ دنوں کی سزا میں یہ خوشگوار
رعایت۔

اسی لیے اس کی ناراضی پہ خلاف عادت اسے
منانے بیٹھ گئی۔

"ذرا ذرا سی بات مائنڈ کر جاتی ہو۔ میرا یہ مطلب تو
نہیں تھا۔ میرا مطلب تو یہ تھا..."

"مطلب کوئی بھی ہو یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم
بے حد مطلبی ہو۔" اس نے الماری زور سے بند کر کے اپنا
غصہ ظاہر کیا۔

"تو تم نہیں چل رہی ہو میرے ساتھ؟"

"یہ کس نے کہا؟" وہ اطمینان سے لیٹ گئی تھی۔

جائے گی۔

"تو پھر چیکنگ؟"

"وہ تم کرو گی۔" اس کی آنکھوں میں اکیلے جانے
کے خیال سے جو خوف نظر آ رہا تھا وہ خولہ کو نخرے
دکھانے پہ اکسانے لگا۔

☆ ☆ ☆

"مجھے ایسے لگ رہا ہے یہ ریلا مجھے کچلتا ہوا آگے
بڑھ جائے گا۔" سدرہ نے خولہ کی اوٹ میں ہوتے
ہوئے سہم کر کہا۔

"کیا میرے پیچھے گھستی جا رہی ہو، سیدھی چلو۔"
ہاتھ تو اس کے دونوں ہی فارغ نہیں تھے بھاری بیگز
جو اٹھا رکھے تھے، کہنی مار کے اسے "راہ راست" پہ
لانے کی کوشش کی۔

"سیدھی ہی چلنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر کوئی نہ
کوئی دھکا دے کر یہاں سے وہاں کر دیتا ہے اور تم
بجائے کسی قلی کے نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ کنجوس کہیں
کی۔ تیس چالیس روپے ہی لے گا نا۔ اب وہ مر
کے بیگز کو اٹھا کے چلنا کتنا مشکل ہے۔ تو..."

"اور تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے کسی بھی قلی کے
ساتھ چلنا اور بھی مشکل۔"

وہ تو ایک نہیں دو دو بیگز اٹھائے ہوئے تھی،
کاندھے پہ بائی کا تھیلا، شولڈر بیگ اور ہاتھ میں رول
کیا ہوا میگزین بھی، اس لیے ہانپتے ہوئے کہہ رہی
تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ دھاڑی۔

"یقیناً میں... میں... سدرہ خواجہ اتنی بھی گزری
ہوں کہ قلی پہ بری نظر ڈالوں گی۔"

"یہ تمہارے دل کا چور اور داڑھی کا تنکا ہے ورنہ
میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ وہ دیکھو وہ بھی قلی نظر
آ رہا ہو گا تمہیں ذرا اس کی اسپیڈ چیک کرنا۔ سامان اٹھا
کے بھاگ رہے ہیں پیچھے اور پیچھے پیچھے سامان کے
مالک۔ اب تم اپنی دھکا اسٹارٹ اسپیڈ پہ غور کرو۔
تمہیں ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتی وہ قلی کے

پیچھے جاتی۔ پتہ بھی نہیں چلنا تھا کہ وہ سامان لے کر کہاں
رفوچکر ہوا تھا۔"

مطلب پلیٹ فارم پہ پہنچ کر اس نے زمین پہ بیگ
رکھے اور اپنے شانے دبا دبا کر سہلانے لگی۔

"تمہیں پتہ نہیں کیا تکلیف تھی جو ریلوے
اسٹیشن کے مست نظارے دیکھنے یہاں آ مری ہو۔
ڈائیوو کا اسٹاپ ہمارے ہاسٹل سے صرف دس منٹ کی
ڈرائیو پہ تھا۔ آرام سے پہنچ جاتے وہاں اور مزے سے
پرسکون سا سفر کرتے "محفوظ اور آرام دہ"۔"

"یہاں بھی ہم ٹرین کے ڈبے سے لٹکتے ہوئے
نہیں جائیں گے نہ دھوپ میں جلتے، فرسٹ کلاس
کی ٹکٹ لی ہے میں نے ڈائیوو سے زیادہ آرام دہ سفر
ہو گا۔"

"لگتا تو نہیں۔ یہ رش دیکھ رہی ہو تم لگتا ہے
سارے کا سارا لاہور گھر سے تنگ آیا ہوا ہے۔ میں
اتنی بھیڑ بھاڑ میں ہرگز سفر نہیں کر سکتی۔ ابھی بھی وقت
ہے، چلو واپس چلتے ہیں۔ پانچ بجے والی ڈائیوو میں بیٹھ
جائیں گے۔"

"تب تک تم یہیں رہو اور اگر جانا اتنا ہی ضروری
ہے تو اکیلی جاؤ۔ مجھ سے نہیں ہو گا انہوں کا سفر پانچ
گھنٹوں کے لیے سدرہ کے بیٹھ جاؤ اور فرصت کرو یہ
سارے کا سارا ہجوم ہمارے ڈبے میں ہمارے ساتھ
سوار ہو کے اسلام آباد نہیں جانے والا، اس پلیٹ فارم
اور بھی ٹرینیں آئیں گی جو دوسرے کئی شہروں تک
جاتی ہیں۔ یہ بھی لو وہ آ گئی ہماری ٹرین۔"

اسے جھاڑ پلاتے پلاتے اس نے ایک نعرہ بلند کیا
اور دوبارہ سے بیگز اٹھا کے چل پڑی۔

"ارے ارے ٹرین رکنے تو دو۔"

اسے تقریباً بھاگتے دیکھ کے سدرہ نے پکارا۔

"میں بھی چلتی ٹرین میں نہیں چڑھنے والی مگر جلدی
کرو آٹھ نمبر بوگی بہت آگے جا کے رکنے والی ہے۔"

☆ ☆ ☆

"شکر ہے۔ کمرہ ٹھیک کر دیا؟"

UrduPhoto.com

"کرلیتا ہوں جی۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ تم سے مل کر دل کا بے حال کیا کریں۔ ہوگیا ہے کیسا یہ کمال کیا کریں۔ دھن دھنا دھن دھنا۔"

بات کرتے کرتے وہ اس روانی سے گلوکاری کے مظاہرے پہ آجایا کرتا تھا کہ سامنے والا ہونقا کے رہ جائے۔ دو سال سے حبیبہ کے ساتھ تھا لیکن اب تک وہ اس کے بیچ تر بدلنے والی عادت سے سمجھوتہ نہ کرپائی تھی۔

"بند کرو اپنی یہ دھن دھنا دھن۔ جو کہا ہے وہ کرو' ٹرین چل بھی پڑی ہوگی۔ تین بجے کا وقت تھا۔"

"تو نکلی تو چار ساڑھے چار ہوگی۔ تو ساڑھے نو تک اسٹیشن پہنچے گی۔ راولپنڈی اسٹیشن سے ادھر تک کا راستہ ٹیکسی پہ پچیس منٹ کا ہے۔ اگر ٹیکسی ملنے اور بھاؤ کرنے میں پندرہ بیس منٹ اور لگیں گے۔ رات کا وقت 'دو لیڈیز'۔ ہر ٹیکسی والا دو سو کے بجائے چار سو مانگے گا۔ تین سو پہ معاملہ سیٹ کرتے کرتے سوا دس تو وہیں بج جاتے ہیں۔ گیارہ بجے کے قریب وہ آئیں گی بھی تو بے چاریاں کے پیٹ بھوک سے ساتھ لگے ہوں گے۔ پہلے وہ کھانے سے دو ہاتھ کریں گی۔ نہ کہ اپنا کمرہ دیکھنے جائیں گی کہ سیٹ ہوا ہے یا نہیں۔ اس لیے مجھے سکون سے چاول دم رہنے دیں۔ وہ زیادہ ضروری ہیں۔ یہ تارہ وہ تارہ ہر تارہ۔" وہ گنگناتے ہوئے دیگچے میں جھانکنے لگا۔

"تارے تو میں دکھاؤں گی تمہیں۔ وہ بھی دن میں۔"

حبیبہ نے اسے مارنے کے لیے کوئی لکڑی سی چیز ڈھونڈنے کے لیے نظریں گھمائیں تو شاہ رخ نے کمال پھرتی اور مہارت سے بچنا شاید سیکھ لیا۔

"اتنی لمبی بات کرنے کا وقت ہے تمہارے پاس مگر وقت پر کام نہیں ہوسکتا۔ ایک چاول ہی تو پکانے تھے۔ اتنی دیر میں تو دس چیزیں پک جاتی ہیں۔"

"دس۔" اس نے حیرت سے دہراتے ہوئے اور قہقہہ لگایا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دس کھانے وہ بھی اس گھر کے کچن میں اور وہ بھی آپ کی زندگی میں۔ کبھی الوداع نہ کہنا۔ کبھی الوداع۔۔۔ نہ کہنا۔"

"میرا خیال ہے تمہاری بدتمیزیوں' ظلم' چوریوں اور بدحرامیوں کا گراف اگر ایسے ہی بلند ہوتا رہا تو تمہیں الوداع کہنا ہی پڑے گا مسٹر شاہ رخ!"

"آپ نے اتنے سارے الزام لگا کے میرے غصے کو ضرور جگایا ہے اور غیرت کا تقاضا ہے کہ میں ابھی' اسی وقت یہ نوکری چھوڑ دوں مگر وہ جو بعد میں آپ نے اتنے پیار سے مسکرا کے میرا نام لیا ہے' تو اس سے سارا غصہ اتر گیا ہے۔ متوا' کیسی دھڑکنیں تھم سی گئیں۔"

حبیبہ تلملاتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔

"عجیب عذاب مول لیا ہے میں نے اسے ملازم رکھ کے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میں نے اسے ملازم رکھا ہے یا اس نے مجھے مالکن رکھ لیا ہے۔ نالائق۔ میں خود ہی دیکھ لیتی ہوں۔"

ویسے تو اتنے اہتمام کی قائل نہ تھی۔ وہ بھی ایسے مہمان کے لیے جس نے مہینے میں ایک آدھ بار تو ضرور ہی ٹپکنا ہوتا ہے۔ یوں بھی سدرہ زیادہ سے زیادہ تین دن کے لیے آتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں ہی اسے ٹھہرا لیتی لیکن ایک تو اس بار اس کا قیام تقریباً دو ہفتے کا تھا' دوسرا اپنے ساتھ اپنی کسی دوست کو بھی لا رہی تھی۔ دو ہفتوں تک تو حبیبہ اپنے سائے کو بھی اپنے ساتھ برداشت نہ کرے۔ یہ تو پھر دو لڑکیاں تھیں۔

☆ ☆ ☆

"سخت بھوک لگ رہی ہے یار!"

"توبہ ہے یہ تمہارا پیٹ ہے یا کوئی اندھا کنواں۔ جو بھی ڈالو وہ کم ہو جاتا ہے۔ بیکری سے کیک' کرارے چکن رولز اور ڈرم اسٹکس بھی تم نے ٹھونس لیں' ٹرین میں ملے سینڈوچ اور پیسٹری بھی ہڑپ کر بیٹھی ہو اور

کبھی چپس کا پیکٹ' کبھی نمکو کا' کبھی ٹی پی ٹس کا۔ مسلسل چرچر جاری ہے' اس کے باوجود بھوک لگی ہے۔ اب تو میں بچی ہوں' مجھے کھالو۔"

سدرہ نے دانت پیستے ہوئے مقدور بھر ہلکی آواز میں کہا۔

"میں نے کھانا کھانا ہے۔ سدرہ کی دوا نہیں۔"

خولہ نے اسے گھورا اور پھر سے شاپنگ بیگ میں ہاتھ مارنے لگی۔

"بسکٹس بھی تو رکھے تھے' یہ رہے۔"

اب اس نے بسکٹ کا پیکٹ کھولا اور اکٹھے تین چار نکال لیے۔

"خولہ! ذرا خود پہ کنٹرول رکھو۔ کس قدر زیادہ ٹھونسنے لگی ہو تم۔" سدرہ نے اسے کتر کتر بسکٹ کھاتے دیکھ کے ناگواری سے کہا۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ میں تمہاری طرح ڈھیلا خیری آنے جیسا اسٹیچر نہیں رکھتی جو ذرا سا کھایا اور آؤٹ آف شیپ ہو گئے۔ نہ ہی تمہاری طرح بستر پہ ڈھیر رہتی ہوں۔ رمضان بھی لیٹ کر گزارا ہی ہوں... ہو کے میں تو صبح مارننگ واک' شام کو جاگنگ' رات کو واک۔ اس کے علاوہ ہفتے میں تین دن جم جا کے جو گھنٹہ گھنٹہ ایکسرسائز کرتی ہوں' وہ بھی دو ہزار مہینے کے دے کر۔ ان سب کا کیا فائدہ اگر کھانا بھی پیٹ بھر کے نہ کھا سکیں۔"

"تم کھاتی ہی رہو تو ٹھیک ہے۔" سدرہ سمجھوتا کرنے والے انداز میں بڑبڑائی۔

"مسلسل چرنے کے باوجود تمہارے بولنے کی رفتار پہ تو خاک منہ کتنا بولوگی تم۔"

"ایک بات پوچھوں۔"

"نہیں۔" سدرہ نے دو ٹوک جواب دے کر منہ پھیر لیا۔

"میں تمہاری عمر نہیں پوچھوں گی بے فکر ہو۔"

"میری عمر تمہیں پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں اپنی عمر تو پتہ ہے نا۔ بس اس سے ڈھائی سال کم اکلوتی۔"

"ہو جائے نہیں' ڈیڑھ۔" خولہ بلبلا اٹھی۔ "ہمیشہ گڑبڑ کرتی ہو تم اور میں تمہاری خالہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ کیا وہ سخت ہیں؟"

"اوں۔" وہ سوچ میں پڑ گئی پھر غیر یقینی سے انداز میں سر ہلایا۔ "ہیں بھی اور نہیں بھی۔ دراصل ان کی سب سے تکلیف دہ اور ناقابل برداشت خصوصیت یہی ہے کہ ان کے بارے میں کچھ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ پل میں تولہ' پل میں ماشہ ہوتی ہیں۔ اب اگر کسی کی عادتوں اور مزاج کا پتہ ہو تو ان کے مطابق ایڈجسٹ ہو جانا پھر بھی آسان ہوتا ہے مگر خالہ مائی گاڈ۔ ان کے ساتھ رہنا ایک عجیب و غریب تجربہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی ان کے خوشگوار موڈ کا ساتھ دینے کے لیے تھوڑا ہنس بول لو تو فوراً اپنے خول میں بند ہو جائیں گی اور مجھے بدلحاظ اور پتہ نہیں کیا کیا کہہ ڈالیں گی کہ تمہارا میرا کوئی مذاق کا رشتہ نہیں' جائے میں رہو وغیرہ وغیرہ اور پھر ذرا سنجیدہ ہو کے بیٹھ جاؤ تو لانگ لیکچر سننے کو ملتا ہے کہ ایسی شکل بنا کے بیٹھنے سے نحوست پھیلتی ہے اور یہ کہ انسان کو ہر دم مسکراتے رہنا چاہیے۔ حالانکہ کچھ دیر قبل وہ مسکراتے رہنے والوں کی شان میں خاصے کرارے القابات سے انہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 5 خوبصورت ناول

زندگی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	180/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	400/-
مٹی سے محبت	فرحت عزیز	150/-
دل اسے ڈھونڈ لایا	آسیہ رزاقی	300/-

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی۔
فون نمبر: 2216361

UrduPhoto.com

کسی مہمان نے آکے میری زندگی بنادی

چنانچہ انور کی موت کو بھی حبیبہ کی زندگی پہ خاص اثر انداز ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہ جیتا مرتا ایک برابر ہی تھا۔

اگر حبیبہ طلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو زیادہ سے زیادہ بیس روپے حق مہر کے ہی وصول کرپاتی اور فی زمانہ بیس روپے کا آتا کیا ہے۔ ایک برگر خرید تو ساتھ میں چپس اور بوتل تک نہیں لے سکتے مگر بیوہ ہونے کے جہاں اس نے بہت سے فائدے حاصل کیے وہیں انور کی تمام جائیداد کی اکلوتی وارث بننے کا مزا بھی لوٹا۔

اور یہی وہ گہرا اور واضح اثر تھا جو شوہر کی موت سے اس کی زندگی پہ پڑا۔

اب وہ صاحب جائیداد تھی' شوہر اور اولاد نہ ہونے سے ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد۔

ماں باپ جب تک زندہ تھے اس پہ دوسری شادی کے لیے زور ڈالتے رہے مگر وہ ان کے قابو نہ آئی تو اپنی اپنی زندگی میں سیٹ بہن بھائیوں کے واجبی سے اصرار کو کیا خاطر میں لاتی جو کبھی کبھار ملنے پہ بس سرسری سا۔ یونہی تکلفاً اسے گھر بسانے کا کہہ دیا کرتے۔

اس نے تو اب اس اصرار کا تکلفاً بھی جواب دینا ترک کر رکھا تھا۔ اب تو ساری فیملی نے اس کی خودسری کے آگے جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ زیادہ زور دینے یا دباؤ ڈالنے کی وہ پوزیشن میں اس لیے نہیں تھے کہ حبیبہ کون سے ان کے آسرے پہ پڑی تھی۔

ڈیڑھ کنال کے رقبے پہ پھیلا یہ بنگلا اس کے نام تھا جس میں وہ تن تنہا رہتی تھی۔ آج ایک حصہ کرائے پہ اٹھا دے تو بیس پچیس ہزار گھر بیٹھے مل جائیں لیکن ایک تو وہ تنہائی پسند تھی یا پھر اتنے سال تنہا رہنے کی وجہ سے تنہائی ہی اسے پسند آگئی تھی۔ دوسرا گھر بیٹھے اسے ویسے بھی کہیں سے چالیس ہزار ماہانہ مل جایا کرتے تھے۔

راجہ بازار میں انور مشفق کی دو دکانیں کرائے پہ چڑھی تھیں۔ معقول بینک بیلنس تھا جو اسے آنے والے وقت سے بے نیاز کیے ہوئے تھا۔ نہ وہ کسی کے آگے جواب دہ تھی' نہ اس کے سر پہ کوئی ذمہ داری تھی۔ کھلا خرچ' نہ کوئی پوچھنے والا۔۔۔ نہ حساب لینے والا۔۔۔ خرچ کرنے والی وہ اکیلی ذات۔

سو جی بھر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچایا۔ یہی وجہ تھی عمر کے یہ گزرے سال اسے چھوئے بغیر کان لپیٹ کر پاس سے گزر گئے تھے۔ چمکتی ہوئی بے شکن دودھیا جلد' ریشمی بال' نازک سراپا۔ اس پہ پہننے اوڑھنے کا سلیقہ۔ ہر ہفتے مہنگے بیوٹی پارلرز کا چکر۔۔۔ وہ تو تیس کی کیا اٹھارہ سال کی بھی نظر آتی تو کم تھا۔ اس پہ سارا خاندان' بہن بھائی' ان کے بچے بھی حضوری اور خوشامد میں کرنے کو تیار۔ پتہ جو تھا کہ خالہ جانی اور پھوپھو جانی کتنی کھلی پسند ہیں۔ ذرا چڑھایا اور من چاہے مطلوبہ نتائج۔ بھابیوں کو بھی اس تگڑی نند سے کوئی خطرہ نہ تھا کہ آئے دن کے تحائف انہیں مسرور کیے رکھتے۔ بھائیوں نے بھی اس کے اکیلے رہنے اور شادی نہ کرنے کے مسئلے کو سر پہ سوار نہ کیا کہ اکثر کاروبار میں گھاٹا ہونے پر بہن سے بروقت مالی امداد مل جایا کرتی تھی۔ بہنوئی بھی راضی۔ رشتے میں چھوٹی ہونے کے باوجود سالی' ساس اور سسر کی کمی پوری کرتی تھی۔ بہنیں بچوں سمیت چھٹیاں گزارنے بھائیوں کے ہاں جانے کی بجائے یہاں آکر جوبھی کہ آباد کرتی تھیں اور واپسی پہ لدی پھندی بھی ہوتیں۔

بھانجا پاس ہوا ہے تو موٹر سائیکل تحفے میں لے دی۔

بھتیجی کی شادی ہوئی تو آدھا خرچا پھوپھی نے سر لے لیا۔

چھوٹی بہن کے دن قریب آئے تو حبیبہ نے ڈلیوری سے لے کر چلے تک اسے اپنے ہاں ٹھہرالیا۔

بھائی نے نیا گھر بینک سے قرضہ لے کر بنایا تو سارے گھر کا پینٹ اور کارپٹ' پردے حبیبہ نے تحفتاً اپنے ذمے لے لیے۔

ایسے میں کون تھا جسے اس کی خودسری۔ من مانی' اور پل پل رنگ بدلتی عادتوں اور مزاج کی شکایت کرنے کا حوصلہ ہوتا۔

دودھ دینے والی گائے کی لاتیں بھی ہنسی خوشی کھائی جاتی ہیں۔

یہی حال سدرہ کے ماما پپا کا بھی تھا جو کئی سالوں سے بحرین میں مقیم تھے۔ سدرہ تین سال پہلے پاکستان آئی تھی۔ کیونکہ اس کا ایڈمیشن فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں ہوگیا تھا۔ اور بعد میں سدرہ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے کہ یہ کالج لاہور میں تھا۔ اسلام آباد میں نہیں ورنہ اسے ہاسٹل کے بجائے خالہ کے ہاں رہنا پڑتا۔

امتحانوں کے بعد کی تعطیلات اور گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ بحرین چلی جایا کرتی تھی مگر درمیان میں بلائے ناگہانی کی طرح اچانک آجانے والی تین چار چھٹیاں مجبوراً اسے اسلام آباد آکے گزارنا پڑتیں۔

خوشامد اور چاپلوسی وہ واحد فن تھے جن سے سدرہ نابلد تھی۔ اس لیے اس کے خیال میں یہی وجہ تھی کہ وہ خالہ کی فیورٹ بھانجی نہیں تھی۔

البتہ مروت اور برداشت اس کے وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے وہ چپ چاپ یہ چند دن ان کے پاس کسی نہ کسی طرح گزار ہی لیا کرتی تھی۔ کسی بحث بازی' تلخی اور ناچاقی کے بغیر۔

کہ بہر حال سدرہ' خالہ کو ناراض کر کے ماما پپا کی ڈانٹ نہیں کھانا چاہتی تھی۔ یہ الگ بات کہ ان تین سالوں میں اس نے خالہ کو ناراض نہیں کیا تھا تو راضی بھی نہیں رکھ پائی تھی۔

* * *

"میری طرف سے صاف جواب ہے۔"

کھانے کی ٹیبل پہ خولہ نے بہ بانگ دہل اعلان کردیا۔ حبیبہ کے ماتھے پہ ناگوار شکن آتے دیکھ کے سدرہ نے سرزنش کرتی نظروں سے اسے گھورا۔ اندر ہی اندر وہ سخت خائف بھی ہورہی تھی کہ پتا نہیں منہ پھٹ خولہ نجانے کون سا صاف جواب دینے والی ہے۔

"میں کوئی نہیں آپ کو خالہ والہ کہنے والی۔ سوچیے کتنا تو سدرہ کو بھی نہیں چاہیے۔ ایمان سے آپ کے برابر ہی لگتی ہے۔ شرم آنی چاہیے اسے آپ کو خالہ کہتے ہوئے۔ خیر اس کا تو رشتہ ایسا ہے مگر مجھے ایسی کوئی مجبوری نہیں۔ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔ میں آپ کو حبیبہ جی کہہ کر پکاروں گی۔"

"اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے۔"

حبیبہ تو جیسے کھل اٹھی۔ اس کے اپنے کان پک چکے تھے۔ خالہ اور پھوپھو کی تکرار سن سن کر۔

"تمہارا جو دل چاہے کہو۔"

"تو حبیبہ جی' یہ بتائیے یہ شاہ رخ سے آپ کی کیا دشمنی تھی؟"

"اس کے ہاتھ کا بنا کھانا کھانے کے بعد بھی تم یہ سوال پوچھ رہی ہو۔" حبیبہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے پلیٹ پرے کی۔

"میں اس شاہ رخ کی نہیں اصلی والے شاہ رخ کی بات کر رہی ہوں۔ اس بے چارے نے آپ کا کیا بگاڑا تھا جو آپ نے اس کے نام کی اتنی مٹی پلید کروالی۔"

"مجھ سے پوچھیں۔" شاہ رخ نے ٹرے میں پلیٹیں اکٹھی کر کے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم سے تو خدا پوچھے۔ اس قدر گھی ڈالا ہے کھانے میں کہ دو چمچ کھانے کے بعد ہی طبیعت بوجھل سی ہو رہی ہے۔"

حبیبہ نے اسے بروقت ٹوکا۔ ورنہ سدرہ تو دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اس کی طولانی تقریر کے لیے تیار کر ہی رہی تھی۔

"قسم لے لیں۔ حبیبہ باجی۔ جو میں نے ذرا سا بھی گھی ڈالا ہو۔ پھڑک کے مر جاؤں۔ اگر جھوٹ بولوں۔"

حبیبہ سکون سے سینے پہ ہاتھ باندھ کے اسے تکنے لگی۔

"چلو پھر آج کسی کو پھڑک کے مرتے دیکھ ہی لیں۔ وہ بھی لائیو۔"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ بڑی سے بڑی قسم اٹھوالیں میں نے گھی ڈالا ہی نہیں۔" پھر ٹرے اٹھا کے کچن میں جانے کو پر تولتے ہوئے کہا۔

UrduPhoto.com

نواز چکی ہوتی ہیں۔ دراصل انہیں خود بھی یاد نہیں رہتا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے کس بارے میں کیا بیان دیا تھا۔"

"عمر کا تقاضا۔ اس عمر میں بھول جانے کی بیماری ہو جایا کرتی ہے۔ میرے نانا ابو تو ناشتہ دو دو بار کر لیا کرتے تھے۔"

"میری خالہ تو بھول کے بھی ایسی فضول خرچی نہ کریں اور کچھ یاد رہے نہ رہے انہیں کراؤنٹنگ کرنا یاد رہتا ہے۔" وہ سخت نالاں نظر آ رہی تھی۔

"دیکھو اب پندرہ دنوں تک کیا حال بنتا ہے ہمارا۔"

"کچھ نہیں ہوتا یار!" خولہ اس کی تشویش کو ذرا خاطر میں نہ لائی۔

"بزرگوں کی سختی میں بھی پیار چھپا ہوتا ہے۔ انہیں ذرا محبت سے ہینڈل کرنا ہوتا ہے اور بس۔"

"بزرگ۔۔۔ مگر۔۔۔" سدرہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ "چلو ٹھیک ہے تم ہینڈل کرنا بزرگوار خالہ کو اور بدلے میں دعائیں سمیٹنا۔"

تمسخر اڑاتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سدرہ نے چیلنج دیتے لہجے میں کہا۔

☼ ☼ ☼

"واؤ۔۔۔ کس قدر خوبصورت گھر ہے۔"

خولہ نے ٹیکسی سے اترتے ہی گردن اٹھا کے جائزہ لیتے ہوئے توصیفی جملہ کہا۔

رات بھر کی بارش کے بعد سب کچھ دھلا دھلا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ سرخ اینٹوں سے بنا یہ اسٹائلش ولا بھی بوگن ویلیا کی گھنی جھالروں سے ڈھکا بے حد شاندار دکھ رہا تھا۔ سرخی مائل آہنی گیٹ بھی رات بھر کی "دھلائی" کے بعد خاصا لشک رہا تھا ورنہ عموماً دھول سے اٹا عجیب ہیبت ناک منظر پیش کر رہا ہوتا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پہ جھلکتے سلور پالش والے شیڈ بھی الگ شان دکھا رہے تھے۔

"تمہاری خالہ اتنے بڑے گھر میں اکیلی رہتی ہیں؟"

"نہیں، وہ چار بھٹکی ہوئی روحوں نے بھی ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔" ٹیکسی ڈرائیور کے دو نہ تین اکٹھے چار سو روپے مانگ لینے سے وہ چڑی ہوئی لگ رہی تھی۔

"واؤ۔۔۔ ہانٹیڈ ہاؤس۔۔۔ کتنا رومینٹک لگتا ہے نا۔"

"اب یہ شاہ رخ کہاں رہ گیا؟"

سدرہ بھاری بیگز ٹیکسی سے اتار کے نیچے رکھتے ہوئے بیزاری سے کہہ رہی تھی۔

"شاہ رخ۔۔۔؟ کون شاہ رخ؟" خولہ کے کان کھڑے ہوئے۔

"وہی جو فی الحال کہیں نظر نہیں آ رہا۔ کھسک گیا ہو گا حسب عادت اور حسب معمول۔ اب تم منہ اٹھا اٹھا کے دیکھنا بند کرو۔ کہیں بھاگا نہیں جا رہا یہ گھر۔ پندرہ دن تک اسی میں قید رہنا ہے۔ یہ اپنے بیگ اٹھاؤ تم۔"

"کس قدر بے مروت ہو تم۔ دیکھا جائے تو مہمان ہوں تمہاری۔ تمہیں میزبانی کے تقاضے پورے کرنے بھی نہیں آتے۔" خولہ نے اپنے دونوں بیگز اٹھائے اور یوں اندر کی جانب بڑھی جیسے پتہ نہیں کب سے ترسی بیٹھی ہو۔

"خولہ۔۔۔" سدرہ نے گھبرا کے پکارا۔ حالانکہ جانتی تھی یہ تکلف بے کار جائے گا۔ خولہ مزے سے دونوں بیگز کاندھوں پہ لٹکائے اندر داخل ہو رہی تھی۔ سدرہ نے ایک گہری سانس لی اور پورچ میں پڑے ایک بھاری بھرکم بیگ کے ساتھ بکھرے مختلف شاپنگ بیگز اور کھانے کی لنچ باکس، میگزین اور کیمرہ وغیرہ کو دیکھنے لگی۔

"جہیز تو ایسے اکٹھا کر رہی تھی جیسے ان کے بغیر خالہ کے اندر گھسنے نہیں دیں گی اور اب میرے سر پہ چھوڑ کے خود مزے سے دندناتی ہوئی اندر چلی گئی ہے۔"

UrduPhoto.com

مصیبت۔۔۔ کیا پہلے اٹھاؤں۔"

☼ ☼ ☼

"تم۔۔۔" حبیبہ نے ایک دراز قد گندمی رنگ اور کھڑے ناک نقشہ والی بیس بائیس سالہ لڑکی کو بیگ اٹھائے بے تکلفی سے اندر آتے دیکھا تو ہاتھ سے ریموٹ رکھ کے اچنبھے سے کھڑی ہو گئی۔

"خولہ۔۔۔" اسی وقت باہر سے سدرہ کی آواز پہ اس کی حیرت ذرا کم ہوئی۔

"اوہ۔۔۔ تم سدرہ کی دوست خولہ ہو؟"

حبیبہ کے چہرے پہ ایک دوستانہ سی مسکراہٹ آئی۔

"جی۔۔۔ اور آپ۔۔۔؟"

خولہ نے بھی بے حد دلچسپی سے اس بے حد گوری چٹی اور نازک سی لڑکی کو دیکھا جو ستائیس اٹھائیس سال کی عمر کے باوجود ایک عجیب سے ٹھہراؤ اور متانت اپنی شخصیت میں سمیٹے ہوئے تھی۔ لائٹ پنک ہاف سلیوز کی ڈھیلی سی شرٹ اور ٹخنوں سے ذرا اونچا وائٹ ٹراؤزر۔ اسٹیپنگ فارورڈ کٹ والی زلفیں شانوں پہ بکھرائے، سادگی حسن پرست خولہ کے دل میں اتر رہی تھی۔

"کس قدر ویسٹ لڑکی ہو تم۔" سدرہ بھی جیسے تیسے سارا سامان لادے آ ہی گئی۔

"یہ جو الم غلم اٹھا لائی تھیں راستے میں کسے لادا گیا میری سزا تھی؟"

"کمال ہے سدرہ! کتنی جھوٹی ہو تم۔ اب مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہو رہا ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ لانا ہی نہیں چاہتی تھیں، اسی لیے اپنی چڑچڑی، موڈی اور خوف ناک سی خالہ کے ڈراوے دیتی جا رہی تھیں۔ یہ تو بتایا بھی نہیں کہ وہاں ان عمر رسیدہ، بھلکڑ، خبطی اور غصیلی خاتون کے ساتھ شاہ رخ اور پری تی زنتا بھی رہتے ہیں۔"

حبیبہ جو اپنے بارے میں ایسے کلمات سن کر ٹھٹھکے بھلائے ہوئے سدرہ کے رنگ اڑے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آخری فقرے پہ چونکی۔ ذرا بے یقینی سے خولہ کی جانب دیکھا جو "پری تی زنتا" کا خطاب دیتے ہوئے بلاشبہ اسے ہی توصیفی انداز میں تک رہی تھی۔

ٹھٹھکے جو پھولنے پچکنے کے عمل سے گزر رہے تھے، واپس اپنی اصل حالت میں آ گئے۔ آنکھیں جو سدرہ پہ شعلے برسا رہی تھیں نشانہ بدل کے اب خولہ پہ شبنم برسا رہی تھیں۔

"السلام علیکم خالہ!"

سدرہ کے مرے مرے لہجے پہ خولہ نے اپنی تازہ ترین تخلیق کردہ پری تی زنتا سے نظریں ہٹا کے خالہ جان کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑائیں اور کسی سفید دوپٹے میں لپٹی بھاری بھرکم، تیکھے نقوش والی خالہ جان کو نہ پا کے دوبارہ نظریں سدرہ پہ آٹھہریں۔ پھر اس کی نظروں کا تعاقب کر کے دوبارہ پری تی زنتا پہ آ جمیں۔ اس بار نظروں میں تعریف و توصیف کے بجائے حیرت اور بے یقینی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" حبیبہ کے رکھائی سے دیے جواب نے بھی اس حیرت کو کم نہیں کیا۔

"خالہ۔۔۔ یہ خولہ۔۔۔ اور خولہ۔۔۔ یہ خالہ۔۔۔" اس نے تعارف کروایا۔

"کتنی بری بات ہے سدرہ باجی! آپ اپنی خالہ کا نام بگاڑ رہی ہیں۔ اگر کوئی آپ کو سدرہ شدرہ کہہ کر بلائے تو آپ کو اچھا لگے گا؟ نہیں نا تو پھر آپ بھی خالہ شالہ یا خالہ خولہ کہنے کی بجائے خالی خولی خالہ کہیں۔"

"اور یہ۔۔۔؟" سدرہ نے دانت کچکچا کے نووارد کو گھورا۔

"یہ شاہ رخ ہے۔"

"شا۔۔۔ شاہ رخ۔۔۔" خولہ صدمے کے مارے فوت ہونے والی ہو گئی۔ اس نے تصور میں سدرہ کے کسی اسمارٹ سے کزن کا خاکہ کھینچ رکھا تھا جبکہ سامنے کھڑا سولہ سترہ سال کا ننھی ننھی سی آنکھوں والا، سیاہی مائل رنگت پہ دودھ جیسے دانت، موٹے سرمئی ہونٹوں پہ رکھے اس تصوراتی خاکے پہ کوئلے سے

یکسر کھینچ رہا تھا۔

"کس کا ہے یہ تم کو انتظار... میں ہوں نا۔"

سائیں سائیں کرتے کانوں میں کہیں دور اس کی سریلی تانیں ابھر رہی تھیں۔

○ ○ ○

"عجب چکر ہے یہاں۔ خالہ پر تو زندگی نکل آتی ہے اور شوہر سے ناقدری مرتے کا چین۔"

"تمہیں کس نے کہا ناشکری مت بچے کیک بک کرنے کے لیے آپ کا خیال کیا ستم گری ہیں میرا۔"

کمرے میں آپے کے جوتوں ایک دوسرے پہ اپنی اپنی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

"بس کرو اب تو جھگڑا بند کرو۔ ابھی ہونے ہی خالہ ہے تمہاری بلکہ میرا تو دل کانپ جاتا ہے انہیں خالہ کہتے ہوئے۔ تم سے زیادہ سے زیادہ بارہ چودہ سال بڑی ہوں گی۔"

"نہیں تمہیں پتا بھی نہیں پورے پندرہ سال بڑی ہیں۔" سعدیہ کے انکشاف پہ خولہ کی آنکھیں ابل پڑیں۔

"ہائے۔ پینتیس ہو رہے۔ پینتیس سال کی ہیں۔ آج تو وقت لگا ہے تئیس سال کی بھی نہیں لگتیں۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ وہ بھی نظر آتی ہیں، لڑکی بالکل بھی نہیں ہیں۔ تم نے ان کے بارے میں جو اندازے لگائے ہیں ان کے برعکس نتیجہ دیکھنے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لو اب تمہیں قدم قدم پہ جھٹکے لگیں گے۔"

اس وقت تو خولہ یہ وارننگ کسی خاطر میں نہ لائی مگر آنے والا ایک ایک منٹ اسے اس اعلان کو ماننے پہ مجبور کر رہا تھا۔

○ ○ ○

اور بات سولہ آنے درست تھی کہ حبیبہ انور ہر وہ بات سوچو وہ تھیں جس کی مختلف ان کی ظاہری شخصیت میں نہیں کی دنیا میں کم نکلے گی۔ حبیبہ انور میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جن کا اظہار اس کی ظاہری شخصیت سے ہو رہا تھا۔

اب عمر کو ہی لیجیے۔ پینتیس چھتیس سال کی عمر میں وہ مشکل سے تیس کی نظر آتی تھی۔

نام کی مشکل پکھو حبیبہ انور سنتے میں ہی خاصا بارعب اور عمر رسیدہ سا نام۔ کسی بوڑھی اماں خاتون کا تصور ذہن میں آتا تھا اور خود اس کی نک سک سے درست پر سکون آہستگی سے طرز زندگی دیکھ کر ہی اندازہ کوئی دور اندیشی، نام تصورات کا بھرم نہیں رکھتا وہ ہم کی مالک ہوں گی۔

بے حد نرم کا نازک سے نقوش، بڑی بڑی حساس اور سنجیدگی ظاہر کرتا چہرہ، بڑی سی مسکراہٹ ہی تو اس کی متانت اور وقار عمر کے پینتیس سال گزار لینے کے بعد بھی جوں کا توں برقرار تھا۔

اور ہاں۔ اس دل موہ لینے والی مسکراہٹ پہ نہ جانے کب سے دل ہی تمہیں سوچتی اور ابھی بہت کچھ چھپا رکھتی ہے۔ اسی بھولی صورت اور دل موہ لینے والی مسکراہٹ سے کسی زمانے میں انور شفیق نے دھوکا کھایا تھا اور پھر بے چارے کو بھری جوانی میں موت کھا گئی۔

جی ہاں۔ حبیبہ کی انور سے شادی کو فقط تین سال گزرے تھے جب وہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں گزر گئے تھے۔ یہ ایک حادثہ مگر حبیبہ کی زندگی پہ اس کا اثر ہوا اس نے قسم کھا لی کہ اس حادثے کے بعد وہ زندگی کے ہم سفر سے محروم ہو گئی کیونکہ انور سے اس کی علیحدگی کو ویسے بھی ڈیڑھ سال ہو رہے تھے۔ شادی کے کچھ مہینوں میں کچھ ایسی مشکلیں ہونے لگے جھگڑوں کے بعد علیحدگی۔ جھگڑا ہوتا میں آخری کیل ٹھونک دی اور وہ میکے آ کے بیٹھ گئی۔ ڈیڑھ سال تک انور نے اسے لوٹانے کی کوشش نہ مصالحت پہ کوئی ہوا تھا نہ طلاق دے کر بیچاری کی گلو خلاصی کرتا تھا۔ آخر اللہ کو رحم آیا اور اس نے سب ہونے کے حبیبہ کو چھٹکارا دلا دیا۔ ایک بھاری ٹرک ڈرائیور اس نیک کام کا وسیلہ بنا کی وجہ سے کہ حبیبہ کی بھی ٹرک اور کچھ کے مشکور ہے اور اس نے ... لگتی ہے۔

کسی مہمان نے آ کے میری زندگی بنادی

چنانچہ انور کی موت کو بھی حبیبہ کی زندگی پہ خاص اثر انداز ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہ جیتا مرتا ایک برابر ہی تھا۔

اگر حبیبہ طلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو زیادہ سے زیادہ بیس روپے حق مہر کے ہی وصول کر پاتی اور فی زمانہ بیس روپے کا آتا کیا ہے۔ ایک برگر خرید تو ساتھ میں چپس اور بوتل تک نہیں لے سکتے مگر بیوہ ہونے کے جہاں اس نے بہت سے فائدے حاصل کیے وہیں انور کی تمام جائیداد کی اکلوتی وارث بننے کا مزا بھی لوٹا۔

اور یہی وہ گہرا اور واضح اثر تھا جو شوہر کی موت سے اس کی زندگی پہ پڑا۔

اب وہ صاحب جائیداد تھی' شوہر اور اولاد نہ ہونے سے ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد۔

ماں باپ جب تک زندہ تھے اس پہ دوسری شادی کے لیے زور ڈالتے رہے مگر وہ ان کے قابو نہ آئی تو اپنی اپنی زندگی میں سیٹ بہن بھائیوں کے واجبی سے اصرار کو کیا خاطر میں لاتی جو بھی کبھار ملتے۔ بس سرسری سا۔ یونہی تکلفاً" اسے گھر بسانے کا کہہ دیا کرتے۔

اس نے تو اب اس اصرار کا تکلفاً" بھی جواب دینا ترک کر رکھا تھا۔ اب تو ساری فیملی نے اس کی خودسری کے آگے جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ زیادہ زور دینے یا دباؤ ڈالنے کی وہ پوزیشن میں اس لیے نہیں تھے کہ حبیبہ کون سے ان کے آسرے پہ پڑی تھی۔

ڈیڑھ کنال کے رقبے پہ پھیلا یہ بنگلا اس کے نام تھا جس میں وہ تن تنہا رہتی تھی۔ آج ایک حصہ کرائے پہ اٹھا دے تو بیس پچیس ہزار گھر بیٹھے مل جائیں لیکن ایک تو وہ تنہائی پسند تھی یا پھر اتنے سال تنہا رہنے کی وجہ سے تنہائی ہی اسے پسند آنے لگی تھی۔ دوسرا گھر بیٹھے اسے ویسے بھی تیس سے چالیس ہزار ماہانہ مل جایا کرتے تھے۔

راجہ بازار میں انور مشفق کی دو دکانیں کرائے پہ چڑھی تھیں۔ معقول بینک بیلنس تھا جو اسے آنے والے وقت سے بے نیاز کیے ہوئے تھا۔ نہ وہ کسی کے آگے جواب دہ تھی' نہ اس کے سر پہ کوئی ذمہ داری تھی۔ کھلا خرچ' نہ کوئی پوچھنے والا۔۔۔ نہ حساب لینے والا۔۔۔ خرچ کرنے والی وہ اکیلی ذات۔

سو جی بھر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچایا۔ یہی وجہ تھی عمر کے یہ گزرے سال اسے چھوئے بغیر کان لپیٹ کر پاس سے گزر گئے تھے۔ چمکتی ہوئی بے شکن دودھیا جلد' ریشمی بال' نازک سراپا۔ اس پہ پہننے اوڑھنے کا سلیقہ۔ ہر ہفتے مہنگے بیوٹی پارلرز کا چکر۔۔۔ وہ تو تیس کی کیا اٹھارہ سال کی بھی نظر آتی تو کم تھا۔ اس پہ سارا خاندان' بہن بھائی' ان کے بچے بھی حضوری اور خوشامد میں کرنے کو تیار۔ پتہ جو تھا کہ خالہ جانی اور پھپھو جانی کتنی کھمن پسند ہیں۔ ذرا چڑھایا اور اپنے مطلوبہ نتائج۔ بھابیوں کو بھی اس تگڑی نند سے کوئی خطرہ نہ تھا کہ آئے دن کے تحائف انہیں مسرور کیے رکھتے۔ بھائیوں نے بھی اس کے اکیلے رہنے اور شادی نہ کرنے کے مسئلے کو سر پہ سوار نہ کیا کہ اکثر کاروبار میں گھاٹا ہونے پر بہن سے بروقت مالی امداد مل جایا کرتی تھی۔ بہنوئی بھی راضی۔ رشتے میں چھوٹی ہونے کے باوجود سالی' ساس اور سسر کی کمی پوری کر دیتی تھی۔ بہنیں بچوں سمیت چھٹیاں گزارنے بھائیوں کے ہاں جانے کی بجائے یہاں آ کر جوبکہ آباد کرتی تھیں اور واپسی پہ لدی پھندی بھی ہوتیں۔

بھانجا پاس ہوا ہے تو موٹر سائیکل تحفے میں لے دی۔

بھتیجی کی شادی ہوئی تو آدھا خرچا پھوپھی نے سر لے لیا۔

چھوٹی بہن کے دن قریب آئے تو حبیبہ نے ڈلیوری سے لے کر چلے تک اسے اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔

بھائی نے نیا گھر بینک سے قرضہ لے کر بنایا تو سارے گھر کا پینٹ اور کارپٹ' پردے حبیبہ نے تحفتاً" اپنے ذمے لے لیے۔

ایسے میں کون تھا جسے اس کی خودسری۔ من مانی' اور پل پل رنگ بدلتی عادتوں اور مزاج کی شکایت کرنے کا حوصلہ ہوتا۔

دودھ دینے والی گائے کی لاتیں بھی ہنسی خوشی کھائی جاتی ہیں۔

یہی حال سدرہ کے ماما پاپا کا بھی تھا جو کئی سالوں سے بحرین میں مقیم تھے۔ سدرہ تین سال پہلے پاکستان آئی تھی۔ کیونکہ اس کا ایڈمیشن فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں ہو گیا تھا۔ اور بعد میں سدرہ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے کہ یہ کالج لاہور میں تھا۔ اسلام آباد میں نہیں ورنہ اسے ہاسٹل کے بجائے خالہ کے ہاں رہنا پڑتا۔

امتحانوں کے بعد کی تعطیلات اور گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ بحرین چلی جایا کرتی تھی مگر درمیان میں بلائے ناگہانی کی طرح اچانک آجانے والی تین چار چھٹیاں مجبوراً" اسے اسلام آباد آ کے گزارنا پڑتیں۔

خوشامد اور چاپلوسی وہ واحد فن تھے جن سے سدرہ نابلد تھی۔ اس لیے اس کے خیال میں یہی وجہ تھی کہ وہ خالہ کی فیورٹ بھانجی نہیں تھی۔

البتہ مروت اور برداشت اس کے وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے وہ چپ چاپ یہ چند دن ان کے پاس کسی نہ کسی طرح گزار ہی لیا کرتی تھی۔ کسی بدمزگی تلخی اور ناچاقی کے بغیر۔

کہ بہرحال سدرہ خالہ کو ناراض کر کے ماما پاپا کی ڈانٹ نہیں کھانا چاہتی تھی۔ یہ الگ بات کہ ان تین سالوں میں اس نے خالہ کو ناراض نہیں کیا تھا تو راضی بھی نہیں رکھ پائی تھی۔

☼ ☼ ☼

"میری طرف سے صاف جواب ہے۔"

کھانے کی میز پہ خولہ نے بہانگ دہل اعلان کر دیا۔ حبیبہ کے ماتھے پہ ناگوار شکن آتے دیکھ کے سدرہ نے سرزنش کرتی نظروں سے اسے گھورا۔ اندر ہی اندر وہ سخت خائف بھی ہو رہی تھی کہ پتا نہیں منہ پھٹ خولہ نجانے کون سا صاف جواب دینے والی ہے۔

"میں کوئی نہیں آپ کو خالہ والہ کہنے والی۔ ویسے کہنا تو سدرہ کو بھی نہیں چاہیے۔ ایمان سے آپ کے برابر ہی لگتی ہے۔ شرم آنی چاہیے اسے آپ کو خالہ کہتے ہوئے۔ خیر اس کا تو رشتہ ایسا ہے مگر مجھے ایسی کوئی مجبوری نہیں۔ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔ میں آپ کو حبیبہ جی کہہ کر پکاروں گی۔"

"اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے۔"

حبیبہ تو جیسے کھل اٹھی۔ اس کے اپنے کان پک چکے تھے۔ خالہ اور پھوپھی کی تکرار سن سن کر۔

"تمہارا جو دل چاہے کہو۔"

"تو حبیبہ جی' یہ بتائیے یہ شاہ رخ سے آپ کی کیا دشمنی تھی؟"

"اس کے ہاتھ کا بنا کھانا کھانے کے بعد بھی تم یہ سوال پوچھ رہی ہو۔" حبیبہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے پلیٹ پرے کی۔

"میں اس شاہ رخ کی نہیں اصلی والے شاہ رخ کی بات کر رہی ہوں۔ اس بے چارے نے آپ کا کیا بگاڑا تھا جو آپ نے اس کے نام کی اتنی مٹی پلید کر ڈالی۔"

"مجھ سے پوچھیں۔" شاہ رخ نے ٹرے میں پلیٹیں اکٹھی کر کے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم سے تو خدا پوچھے۔ اس قدر گھی ڈالا ہے کھانے میں کہ دو چمچ کھانے کے بعد ہی طبیعت بوجھل سی ہو رہی ہے۔"

حبیبہ نے اسے بروقت ٹوکا ورنہ سدرہ تو دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اس کی طولانی تقریر کے لیے تیار کر رہی تھی۔

"قسم لے لیں۔ حبیبہ باجی۔ جو میں نے ذرا سا بھی گھی ڈالا ہو۔ پھڑک کے مر جاؤں۔ اگر جھوٹ بولوں۔"

حبیبہ سکون سے سینے پہ ہاتھ باندھ کے اسے تکنے لگی۔

"چلو پھر آج کسی کو پھڑک کے مرتے دیکھ ہی لیں۔ وہ بھی لائیو۔"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ بڑی سے بڑی قسم اٹھوا لیں میں نے گھی ڈالا ہی نہیں۔" پھر ٹرے اٹھا کے کچن میں جاتے کو پرتولتے ہوئے کہا۔

UrduPhoto.com

"میں نے تو آئل ڈالا ہے۔ چل چھیاں چھیاں چھیاں چھیاں۔" وہ سہلاتے ہوئے کچن میں غائب ہو گیا۔

"خالہ! آپ کیسے برداشت کرتی ہیں اسے۔ ماسی بشنے کے قابو میں رہتا تھا۔ اب وہ نہیں آتیں؟"

"نہیں بھئی۔ ان سے کہاں آیا جاتا ہے۔"

"یہ کون دوشیزہ ہیں؟" خولہ نے اس نامعلوم ان دیکھی ہستی کے غائبانہ ذکر میں دلچسپی لی۔

"دوشیزہ؟ ماسی بشنے کی بات کر رہے ہیں ہم۔"

سدرہ نے لفظ "ماسی" پہ خاصا زور دیتے ہوئے کہا۔

"یار! جب خالہ امی اور شاہ زیب انکل ہو سکتے ہیں تو کیا پتا ماسی بشنے کے روپ میں بھی کوئی کرینہ کپور چھپی ہو۔"

اس کے قیافے کی داد حبیبہ نے ایک فلک شگاف قہقہے کے ساتھ دی۔ خولہ نے اس قہقہے پہ اسے ایک گہری کھوجتی نگاہ سے نوازا۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں ایک دوستانہ مشورہ دے رہی ہوں۔ میری خالہ سے دور رہو۔"

"میں کون سا ان سے چپک کر بیٹھی ہوں۔" خولہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"دیکھو میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا وہ بے حد سوداوی ہیں۔ آج تمہاری اوٹ پٹانگ باتوں پہ واری جا رہی ہیں کل تمہاری کھنچائی کر رہی ہوں گی۔ پھر نہ کہنا مجھ سے کہ تمہاری خالہ نے میری بے عزتی کر دی ہے۔"

"نہیں کہتی۔" وہاں وہی ڈھٹائی کا بھونڈا عالم تھا۔ جس پر سدرہ جز بز ہو کے رہ گئی۔

"تجربات کو کچھ کیوں نہیں رہی۔ میں ابھی چھوٹی ہوں اور کنواری ہوں یہاں مجھ سے ایک ان کے قصوں پہ مت جاؤ۔"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں سدرہ ڈیئر! ان کے قصوں پہ مت جاؤ۔" خولہ کے سمجھانے کے انداز میں کہنے پہ

ٹھٹھکی۔ وہ کبھی سنجیدہ ہوتی تھی مگر جب ہوتی تھی تو۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ان کے قہقہوں کے پیچھے ایک سلگتا ہوا دکھ ایک ان کہا سا کرب محسوس ہوتا ہے۔"

"بکواس۔" سدرہ نے سر جھٹکا۔

"انہیں کیا دکھ ہو سکتا ہے۔ تم دیکھ تو رہی ہو یہ ٹھاٹ باٹ۔ بال بچوں والی عورت لاکھ خوش حال ہونے کے باوجود عمر کے چھبیس سال کے بعد اعتکاف ہی چاہتی ہے۔ اگر خود کو مین ٹین رکھتی بھی ہے تو لاکھ جتن کر کے۔ ادھر یہ حال ہے کہ جو چھٹیاں گزاریں ہر دل اسکیم ہاتھ لینے کو تیار رہتی ہیں کہ کون سا گھر جا کے بچے سلانا ہے یا شوہر کے کھوٹے کا انتظام کرنا ہے۔ اپنی نیند سوئے اپنی نیند جاگے کھلا خرچ کیا۔ جو دل چاہا پہنا اوڑھا جو من کیا وہ کر ڈالا۔ کسی نے چوں چرا کرنے کی کوشش کی تو بجائے جھڑکی کے تین چار ہزار کا تحفہ دے کر منہ بند کروا دیا۔"

"تم صرف ان سطحی باتوں کی بنیاد پہ اپنی خالہ کی زندگی کو قابل رشک قرار نہیں دے سکتی۔"

"اگر تمہارا اشارہ ان کے اکیلے پن کی طرف ہے تو یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے کہ وہ اس تنہائی کو دل کا روگ بنا کے بیٹھی ہیں در حقیقت یہ تنہائی یا دوسرے لفظوں میں خود مختاری انہیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ انکل کی ڈیتھ کے بعد کتنا سب نے چاہا کہ وہ دوسری شادی کر لیں۔ ان فیکٹ میرے چاچو۔ وہی انگلینڈ والے' پاپا ان سے بھی خالہ کی شادی کرانے پہ راضی تھے خود سوچو ایک عورت چاہے وہ کتنی بھی خوبصورت اور جوان سال ہو مگر بیوہ یا طلاق یافتہ ہو تو اس کے لیے کسی چھبیس سالہ ہینڈسم کنوارے کا رشتہ آنا ہے کیا اعزاز کی بات ہے میرے دادا دادی بھی دل سے راضی تھے حالانکہ چاچو کو کسی بھی اچھی کم عمر اور کنواری لڑکی کا رشتہ مل سکتا تھا۔"

"کتنی حیرت کی بات ہے کہ پھر بھی تمہارے چاچو نے کسی اچھی کم عمر اور کنواری لڑکی سے شادی کی

نہیں۔"

خولہ نے جتانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور سدرہ حسب توقع تپ بھی گئی۔

"ہاں تو وہ تو محبت ہو گئی تھی انہیں آنٹی سے۔" اس نے گڑبڑا کے وضاحت پیش کی۔

"کمال ہے ان کے گھر والوں کو بھی ان کے لیے پسند آئی تو ایک مالدار بیوہ۔ خود ان کی نظروں میں بھی سمائی۔ تو ایک مالدار بیوہ۔ بمعہ انگلینڈ کی نیشنلٹی کے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ پاپا خالہ کی پراپرٹی کی وجہ سے اپنے بھائی سے ان کی شادی کرانا چاہ رہے تھے؟"

ظاہر ہے کہ خولہ کا مطلب یہی تھا اور وہ اسے خاصی حد تک واضح بھی کر چکی تھی۔ مگر اس سے زیادہ کھل کر کہنے سے دوست کی ناراضی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی اس لیے فقط کندھے اچکا کے رہ گئی۔

"میں صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ہو سکتا ہے تمہاری خالہ کو وہ رشتے پسند نہ آئے ہوں۔ یا فی الحال وہ اس صدمے سے باہر نہ نکلی ہوں۔"

"کیسا صدمہ؟" سدرہ نے تیزی سے بات کاٹی۔ "انکل کے گزرنے کا صدمہ؟ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ان پہ کوئی اثر ہی نہیں لگ رہا تھا شوہر کے گزرنے کا۔ بس یوں سمجھو مٹھائی بانٹنے کی کسر رہ گئی تھی۔ شاید دنیا کی باتیں بننے کا حوصلہ نہ تھا ورنہ یہ بھی کر گزرتیں۔ ملنا جاتی ہیں کہ لوگوں کی شماشری انہوں نے ضرور منہ کی موت پہ چار آنسو بہائے مگر خالہ نے اس تکلف کی قطعاً ضرورت نہ سمجھی۔ ٹھیک ہے علیحدگی ہو چکی تھی۔ مگر طلاق تو نہیں ہوئی تھی۔"

"کیا پتہ تمہارے مرحوم انکل کا رویہ ان کے ساتھ کیسا رہا ہو؟" خولہ نے قیاس کیا۔

"جیسا بھی رہا ہو چار چھ مہینوں میں کون سے ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے ہوں گے انہوں نے۔ اور اتنی ہی نفرت اور بیزاری تھی تو نہ قبول کرتیں ان کی جائیداد اور روپیہ پیسہ وہ تو بڑا عزیز ہے۔"

سدرہ ٹھیک ٹھاک ملال اور بیزار نظر آ رہی تھی اپنی خالہ سے۔ خولہ نے سوچتے ہوئے یہ کہہ کر بات سمیٹ لی۔

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔ مگر ان کی فیلنگز اپنے شوہر کے بارے میں کیسی بھی رہی ہوں۔ یا انہوں نے کسی وجہ سے تمہارے چاچو کا رشتہ قبول نہ کیا ہو۔ ان باتوں سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خالہ بھی اچھی نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک اچھی بیوی ثابت نہ ہو سکی ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ تو کچھ برا نہیں کیا۔ پھر تم اپنے دل میں وسعت اور رویے میں لچک کیوں نہیں پیدا کر لیتیں۔"

سدرہ چپ ہو گئی۔ البتہ ماتھے کی شکن بتا رہی تھی کہ اس کے اندر اب بھی بہت کچھ کلبلا رہا ہے۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن سدرہ کی ماما کے فون نے ہلچل مچا دی۔ ان کی ایک جاننے والی خاتون۔ جو وہیں۔ گجران میں رہتی تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی کے لیے سدرہ کا رشتہ طلب کیا تھا۔ بھائی ان کا اسلام آباد میں رہتا تھا۔ سدرہ کی ماما نے حبیبہ کے گھر آنے سے مطلع کیا تھا۔

"کمال ہے میں یہاں سکون سے چند دن گزارنے آئی تھی یا ان سازشوں کا شکار ہونے۔"

اس کی جھنجلاہٹ عروج پر تھی۔

"مائنڈ اٹ۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں تمہارے خلاف سازشیں کرنے کی۔" حبیبہ کو واقعی برا لگا۔ "میں نے تو باجی سے کہا بھی تھا کہ مجھے پلیز ان سب باتوں سے دور رکھیں۔ نہ تو مجھے ان معاملات کا تجربہ ہے نہ ان سے کوئی دلچسپی۔ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو نام میرا ہی خراب ہو گا کہ آپ گھر بسا نہیں سکیں بھانجیوں کا بھی دماغ خراب کر رہی ہیں۔"

"آپ کہہ دیں ماما سے۔ یہاں کوئی آنے کی تکلیف نہ کرے۔"

"میں کیوں کہوں؟ تم کیوں نہیں کہتی؟ میں نے کہا تو یہی جواب سننے کو ملے گا کہ وہ تمہارے گھر سے کچھ اٹھا کے تو نہیں لے جائیں گے۔ بھئی میں تو آنے

UrduPhoto.com

سے منع نہیں کروں گی۔ نہ تمہیں کسی قسم کی بدمزگی پھیلانے دوں گی۔ تمہیں انکار کرنا ہے' اعتراض کرنا ہے سو بار کرو مگر اپنے ملا پاپا کے سامنے۔ میرے گھر میں بیٹھے مہمانوں کے سامنے بدتمیزی کرنے کی ضرورت نہیں انڈر اسٹینڈ۔"

اس وقت ڈانٹ ڈپٹ کرتی ہوئی وہ خولہ کو سچ مچ کی خالہ جان ہی نظر آرہی تھی۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے زیر لب مسکرائی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ہیلو!" حبیبہ نے جمائی روکتے ہوئے نیند سے بوجھل آواز میں کہا۔ دوسری جانب نفیسہ تھیں۔ سدرہ کی ماں۔

"خیریت باجی؟ آج تمہارا منہ ہی فون کرلیا؟" اس نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"خیریت ہی ہے اور تمہیں بھی بار بار اسی لیے فون کررہی ہوں کہ خدا کے لیے خیریت رہنے دینا۔ میں اس وقت آئی اور بیٹھی ہوں اور وہ بھی اتنے اہم فرض کی ادائیگی کے لیے۔ اور دھیان ہے کہ بار بار بھٹک کے اس طرف آجاتا ہے۔"

"آپ کی وہ دوست بھی تو کمال ہیں۔ بھلا کچھ دن صبر کرلیتیں۔ آپ واپس آجاتیں پھر بھیج دیتیں اپنے بھائی کو۔ خوامخواہ آپ کا موڈ خراب کررہی ہیں۔"

"توبہ۔ لاحول ولا۔ میرا موڈ کیوں خراب ہونے لگا خدانخواستہ۔ تم بھی تو سوچ سمجھ کے بات منہ سے نکالا کرو حبیبہ! اتنی عمر ہوگئی مگر عقل نہیں آئی۔"

"کتنی عمر ہوگئی؟" عمر کے مسئلے پہ وہ بھڑک اٹھی۔

"خیر چھوڑو اس بات کو۔" نفیسہ کوئی [illegible] اس کا بھرنا بھاری پڑ سکتا تھا اسی لیے [illegible]

"دراصل مہر کا بھائی کسی ٹریننگ کے سلسلے میں چھ مہینے کے لیے جاپان جارہا ہے۔ مہر سوچ رہی تھی کہ جانے سے پہلے وہ سدرہ کو اور سدرہ اسے دیکھ لے [illegible] بیٹھے بیٹھے رشتے کے معاملات

سیٹ کرلیں۔ وہ آج رات کے کھانے پہ آرہا ہے۔"

"کھانے پہ آرہا ہے۔ کوئی کیوں نہیں آرہا؟"

"یہ وقت مذاق کا نہیں ہے حبیبہ! بس [illegible] ایک بھاری ذمہ داری ڈال رہی ہوں۔ تمہیں خالہ کا نہیں ماں کا فرض نبھانا ہے تاکہ میری غیر موجودگی میں سدرہ کو ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔"

"پہلے تو آپ اپنی لاڈلی دختر سے کنفرم تو کرلیں کہ اسے کمی محسوس ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔ میرا مطلب ہے اسے میں بطور خالہ شکل سے تحکم ہوتی ہوں۔ ماں خاک سمجھے گی وہ۔"

بڑبڑاتے ہوئے حبیبہ نے فون رکھا اور جاتے ہی شاہ رخ کو پکارا۔

"شاہ رخ کہاں ہو؟"

"مجھ کو پہچان لو میں ہوں وہی۔" ایک صوفے کے پیچھے سے گنگناتا ہوا برآمد ہوا۔

"یہاں دبکے بیٹھے کیا کررہے تھے؟" حبیبہ نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔ "باتیں سن رہے تھے ہماری؟"

"توبہ کریں ماما! یہ بھی کوئی سننے والی باتیں ہیں۔ میں تو صوفے کے پیچھے پالش کررہا تھا۔"

"بائی گاڈ اس ہفتے میں نے پیڈی کیور کروایا ہی نہیں۔" حبیبہ کو اپنے پیروں کی پالش کی فکر ستانے لگی۔

"ہی وہ تو مجھے پتا نہیں آنٹ" شاہ رخ نے تشویش بھرے انداز میں سر ہلایا۔ "ڈاڈی نے سمجھائی ہی نہیں یہ ڈش۔"

"اف ماسی جیتے جی کس بلا کو میرے پیچھے لگا کے خود مزے سے چین میں بیٹھ گئی۔ جاؤ کچن میں جاؤ اور فریج کا جائزہ لے کر بتاؤ کہ اگر رات کے کھانے میں دو تین اچھی ڈشز بنانی ہوں تو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔ میں ابھی مارکیٹ جاکے لے آتی ہوں۔"

"جی میں ابھی لسٹ بنا کے لاتا ہوں۔" وہ بھاگا۔ اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد آیا تو ہاتھ میں ایک پرچہ تھا۔

"یہ چیزیں لادیں گی۔ بڑا زبردست ڈنر تیار ہوجائے گا۔ یونہی چلا چل راہی۔ یونہی چلا چل۔ کتنی حسین ہے یہ دنیا۔"

"کاؤنٹر کو کیا منگوایا ہے۔" حبیبہ نے ایک نظر ڈالی اور آنکھیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ پھیلتی چلی گئیں۔

"کاؤنٹر پہ ایک اسٹیم روسٹ چکن فل چناب سے [illegible] کباب [illegible] سے کوکی ہاں چکن سے [illegible] آئس کریم۔ یہ کیا ہے شاہ رخ؟"

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ رات کے کھانے میں دو تین اچھی ڈشز پیش کرنا ہوں تو کس کس چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں نے وہ ساری چیزیں لکھ دی ہیں۔"

"اگر سب کچھ بازار سے آنا ہے تو تم کس مرض کی دوا ہو؟"

"میں ڈیکوریشن کی۔ میں آپ کے مہمان کا دل بہلاؤں گا۔"

"تم صرف دل دہلا سکتے ہو اپنے بے سرے گانوں اور بدمزہ کھانوں سے۔ ویسے آئیڈیا اچھا ہے۔ اگر اس مہمان کی خیریت مطلوب ہے تو کھانا باہر سے ہی لے آتی ہوں ورنہ یہ الزام بھی مجھ پہ آئے گا کہ پتا نہیں بے چارے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا کیا کہ وہ پلٹ کے دیکھے بغیر بھاگ گیا۔"

اس نے شاہ رخ کی بنائی چٹ پرس میں رکھی اور لڑکیوں کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"تھوڑا لڑکیو۔ ہری اپ۔ کام زیادہ ہے وقت کم ہے۔ کم آن۔ گیٹ اپ۔"

لائٹس آن کرتے ہوئے اور ان کے اوپر سے چادریں کھینچتے ہوئے وہ مسلسل چلا رہی تھی۔

"اوہو۔ کیا ہے خالہ! کیا شور مچا رکھا ہے آپ نے صبح صبح۔" سدرہ نے بال سمیٹتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ ایک تو رات کو فون پہ نفیسہ سے سننے والے طویل لیکچر کے اثرات کی وجہ سے آنکھ بھی دیر سے لگی تھی۔

"ضرور تو مہر کا بھائی آجائے گا جو اس نے یہ ہستی صورت دیکھی تو۔ شکر کرکے رکھ دیا ہے تم نے اپنی۔ جلدی سے جا کے کسی پارلر سے اپنی [illegible] کروا لو۔ رات کے کھانے پہ آرہا ہے وہ تمہیں دیکھنے۔"

"کھانے پہ آرہا ہے تو کھانا کھیے۔" وہ بڑبڑائی۔

"کھانا تو کھائے گا یار! دیکھنے کا فرض تم ادا کرو گی۔ حبیبہ جی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ناشتے کے بعد ہم کسی پارلر چلتے ہیں۔" خولہ کی شامت آئی تھی جو بول پڑی۔

"تم کہاں جارہی ہو' وہ لوگ سدرہ کو دیکھنے آرہے ہیں' تمہیں نہیں۔ یہ ہتھکنڈے اب خاصے پرانے ہوگئے ہیں کہ لڑکی کی دوست یا کزن کے لیے آنے والے رشتوں کے سامنے خود کھڑے ہوگئے اور رشتہ ہتھیا لیا۔ خبردار جو تم اس لڑکے کے سامنے ڈرائنگ روم کے آس پاس بھی پھٹکیں تو۔"

یہ وہ احتیاطی تدبیر تھی جو نفیسہ نے دبے الفاظ میں حبیبہ کے گوش گزار کی تھی کہ شاید وہ کسی تدبیر و حکمت عملی سے سدرہ کی اس دوست کو دور رکھ پائے مگر حبیبہ نے کسی بھی قسم کی مصلحت سے بے نیاز ہوکے اپنی فطرت کے عین مطابق ببانگ دہل یہ اعلان کردیا۔

خولہ کی تو وہ حالت کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اور سدرہ جھکے لے لے کر مسکرائی ہوئی خاموش نظروں سے گویا یہ کہہ رہی تھی۔

"یہ ہے میری خالہ۔ اور تم تو ان کی شخصیت کے اسراروں کی۔"

"اور تم کیا دانت نکال رہی ہو۔ اپنے سے اچھی شکل کی سہیلیاں رکھو تو یہی ہوتا ہے۔"

اس تبصرے نے سدرہ کے دانت اندر اور خولہ کے باہر نکال دیے۔

"پھر ایسے ہی ہاتھ پاؤں مار کے خود کو نمایاں رکھنا پڑتا ہے۔ فیشل' مینی کیور' پیڈی کیور' [illegible] سب کروا کے آنا۔ پیسے بے شک مجھ سے لے لینا کوئی [illegible]

UrduPhoto.com

اور ہاں اس گھونسلے کی بھی چند شاخیں ترشوالینا۔"
اس نے سدرہ کے بے ترتیب بالوں کو ہاتھ سے ہلکا سا چھو کر درست کر کے کہا۔
"اور تم خولہ! میرے ساتھ مارکیٹ چلو۔ کھانے کا بھی انتظام کرنا ہے۔"
"پتہ نہیں لوگ ایک وقت میں دو دو کام کس طرح کر لیتے ہیں یا کھانا کھائیں یا لڑکی دیکھیں اور میں کوئی کام وام نہیں کرنے والی۔ نمبر تو آپ نے مہمانوں کے سامنے سدرہ کے ہی بنانے ہیں کہ یہ پلاؤ چکھیں 'سدرہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ یہ سویٹ ڈش ٹرائی کریں' یہ اس نے اپنی کہنیوں سے بنائی ہے اور یہ رائتہ تو آنکھ کے اشارے سے بنایا ہے۔"
"اور یہ کس قدر پیٹو مہمان ہے 'ضرورت کیا تھی اسے عین کھانے کے وقت آنے کی۔ آرام سے اپنے گھر میں کھاپی کے یہاں آجاتا۔ اگر صرف مجھے دیکھنے کی نیت سے ہی آرہا ہے۔"
"بے وقوف لڑکی! یہی طریقہ ہوتا ہے لڑکی پسند کرنے کا۔ چائے یا کولڈ ڈرنک پینا بہت آسان اور سرسری سا کام ہوتا ہے 'اس کے دوران لڑکا اور اس کے گھر والے لڑکی کا جائزہ ذرا تفصیل لیتے ہیں لیکن اگر کھانا سامنے لگا ہوا ہو اور وہ بھی مزے کا۔ تو ان کی توجہ کھانے پہ زیادہ اور لڑکی پہ کم ہوتی ہے۔ یوں لڑکی تنقید اور سوالوں سے بچ جاتی ہے۔"
حبیبہ نے تجربہ کارانہ انداز میں سمجھایا۔
"پھر تو حبیبہ جی! آپ کو بوفے ڈنر کا ارینج کرنا ہوگا تاکہ لڑکے کی نظر ادھر سے ادھر پھیلی کھانوں کی ورائٹی سے ہٹ کر سدرہ پہ جائے ہی نا۔" خولہ نے اور دل جلایا۔
"یہاں تو بوفے کیا ون ڈش کے آثار بھی نظر نہیں آرہے۔ جلدی کرو تاکہ کچھ تو کھانے کو پیش کیا جاسکے۔"
"امی! ڈاکٹر آرہے ہیں بریک فاسٹ پہ نہیں آپ کے ہاتھ پیر تو ایسے پھول رہے ہیں جیسے وہ مجھے نہیں آپ کو دیکھنے آرہا ہو۔"
"ارے جب مجھے دیکھنے کے لیے لوگ آتے تھے تو میرے ہاتھ پاؤں اتنے پھول جاتے تھے 'باجی باقاعدہ سوئیاں چبھو چبھو کے انہیں نارمل حالت میں لاتی تھیں۔"
"کون باجی۔۔۔؟ میری ماما؟"
"ہاں اور کون۔ سوئیاں چبھونے میں خاصی ایکسپرٹ ہیں وہ۔" حبیبہ نے نوکیلے لہجے میں کہا۔
"کمال ہے سدرہ! تم نے کبھی بتایا نہیں تمہاری ماما ایکوپنکچر سرجن ہیں؟" خولہ مسلسل جلتی پہ تیل چھڑکنے کا کام کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ایک تصویر اور۔۔۔"
علی نے درخت کے تنے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔
وہ دونوں ابھی شکر پڑیاں آئے تھے اور دوسری جگہوں کی طرح یہاں بھی علی نے سارا زور تصویریں بنوانے پہ لگا رکھا تھا۔ مقبول کیمرا اٹھائے اٹھائے تھک سا گیا تھا۔
"کیا مصیبت ہے 'کتنا شوق ہے تمہیں تصویریں بنوانے کا۔ بس یہ میں آخری تصویر کھینچ رہا ہوں۔ Say Cheese -"
علی نے ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے کھل کے مسکرانے کی کوشش کی مگر یہ کوشش کچھ زیادہ ہی کامیاب ہوگئی اور مسکراہٹ ضرورت سے زیادہ کھل گئی۔
"میں نے Cheese کہا ہے 'اسمائل دینے کا کہہ رہا ہوں اور تم ایسے منہ کھول رہے ہو جیسے کسی ڈینٹسٹ کے پاس آئے ہو۔"
"یہ میری ملین ڈالر اسمائل ہے دوست! اسی اسمائل پہ تو مرتی ہیں لڑکیاں۔"
"اچھا تو پاکستان میں مردوں کی نسبت عورتوں کی شرح اموات میں اضافے کی وجہ تمہاری یہ مسکراہٹ ہے۔ جان لیوا قسم کی۔"

"یار! تم رہنے دو۔ ڈاکٹر کے ڈاکٹر میں دوسرے والے مرنے کی بات کر رہا ہوں۔ اس مرنے کی نہیں جس کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ اچھا یہ دیکھو۔"
اس نے ایک اور درخت سے ٹیک لگائی۔
"یہ پوز کیسا ہے 'کیسا لگ رہا ہوں؟"
"تم تو ٹھیک لگ رہے ہو مگر یہ درخت۔ میرا خیال ہے یہ پولن پھیلا رہا ہے۔"
مقبول کے تجربے پہ علی کرنٹ کھا کے درخت سے پرے ہٹا۔
"تمہیں پولن الرجی تو نہیں۔ اگر ہے تو میرے پاس ویکسین ہے اس کی 'وہ لے لو پھر چاہے جتنے دل چاہے پوز بنوا لینا اس درخت کے ساتھ۔" اس ہمدردانہ مشورے پہ علی کلس جل گیا۔
"یا اللہ! کبھی کسی شریف انسان کو کسی ڈاکٹر کا دوست نہ بنانا۔ بس کرو 'مجھے نہیں کھنچوانی تصویریں۔"
وہ منہ بنائے اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ مقبول ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔
"اچھی بات ہے 'ویسے بھی میں اتنا اچھا فوٹو گرافر نہیں ہوں۔ ہاں ایکسرے اچھے نکالتا ہوں میں۔ کبھی ٹرائی کرنا۔"

☆ ☆ ☆

"پتہ نہیں یہ شاہ رخ کہاں مر گیا ہے۔ نہ کچن میں ہے نہ اپنے کمرے میں۔"
حبیبہ سامان تو لے آئی تھی 'کچھ چیزوں کا آرڈر دے آئی تھی جو شام کو پہنچ جاتیں مگر دوسرے انتظامات کے لیے شاہ رخ کو ڈھونڈ رہی تھی جو ندارد تھا۔
"پتا نہیں اسے زمین کھا گئی یا آسمان۔"
خولہ بھی اندر باہر سارا چیک کرنے کے بعد مایوسی سے یہ اعلان نشر کرتی کچن میں داخل ہوئی۔
"زمین اور آسمان کو کیا ضرورت ہے ایسی بچی کچی ڈش کھانے کی۔ ضرور کام سے بچنے کے لیے کہیں چھپا ہو گا۔ چلو ہم خود ہی کچھ ہاتھ پیر مار لیتے ہیں۔"
اس نے شاپرز میں سے سبزیاں اور ٹن پیک چیزیں نکالتے ہوئے کہا۔
"نہیں نہیں 'بری بات ہوتی ہے۔ امی کہتی ہیں کھانے پینے کی چیزوں کو پیر نہیں مارتے 'رزق کی بے ادبی ہوتی ہے۔"
"لڑکی! تم کچھ زیادہ ہی بولتی ہو۔ چلو میرے ساتھ سلاد وغیرہ بناؤ۔ بعد میں ڈنر سیٹ نکال کے صاف کرنا۔"
"کہیں شاہ رخ 'سدرہ کے ساتھ تو نہیں گیا بیوٹی پارلر تک کیونکہ سدرہ اس سے پوچھ رہی تھی یہاں کے سب سے اچھے پارلر کا ایڈریس۔"
"بیڑا غرق۔۔۔ اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے اپنے پارلر میں فون کر کے ٹائم لے لیا تھا اس کے لیے 'وہ پتہ نہیں کہاں پہنچا دے اسے۔ کسی تھرڈ کلاس پارلر میں نہ لے جائے۔ ایک تو یہاں اس علاقے میں کوئی ڈھنگ کا بیوٹی سیلون ہی نہیں ہے۔"
"کیوں 'یہاں کی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے کیا؟"
"چپ چاپ سلاد بناؤ۔" حبیبہ نے گھرکا۔
"خود آپ آسان آسان کام کر رہی ہیں 'بس ٹن پیک کے سیل کھول کھول کے سب کچھ مکس کر رہی ہیں اور کاٹنے چھیلنے کا سارا کام مجھے دے دیا ہے۔"
خولہ نے اس ناانصافی پہ احتجاج کیا۔
"مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔ ایک تو یہ پیاز 'انہیں دیکھ کر مجھے انور شفیق کی یاد آتی ہے۔"
"یہ کون ہیں؟"
"ہیں نہیں 'تھے۔ میرے شوہر۔"
"مرحوم کے بھی چھلکے اترتے تھے۔"
"دونوں کی خصلت ایک تھی۔ آٹھ آٹھ آنسو رلانے کی۔"
"ایک بات تو بتائیں؟"
خولہ نے ہاتھ روکا اور بڑے اہتمام سے چند ایک

UrduPhoto.com

سوال ذہن میں ترتیب دیتے ہوئے تمہید باندھی تھی۔ اس کا خیال تھا حبیبہ اپنے ماضی کے بارے میں بات کرنے پہ آمادہ ہے تو کیوں نہ اسے مزید کھولا جائے مگر برا ہو سدرہ کا وہ عین وقت پہ آن ٹپکی۔

"ہمیشہ پھر سارے مجھے ہی کہتے ہیں کہ میں کوئی کام ٹھیک نہیں کرتی لیکن اب آپ بتائیں خالہ! یہ کس کی غلطی ہے۔"

حبیبہ نے سوٹ کا رن کاٹن باؤل میں الٹتے ہوئے ایک تنقیدی نظر اس کے چہرے پہ ڈالی۔

"ہمیں کم بخت بیوٹیشن کی ذرا جو فرق پڑا ہو چہرے پہ۔ ویسا کالو سا مرجھایا ہوا بدرنگ۔"

"آپ کے اس ہونہار شاہ رخ نے بیوٹی پارلر کا نہیں، آئس کریم پارلر کا ایڈریس بتا دیا تھا۔ تاہم بھی وزٹ ہوا اور ٹیکسی کا کرایہ بھی۔"

"ایک تو یہ شاہ رخ، پوری بات بھی سنتا ہی نہیں۔"

"غلط۔ بالکل غلط۔ سدرہ باجی نے پوری بات کی کب تھی، تو میں کیا کرتا۔ صرف پارلر کہا تھا، بیوٹی پارلر نہیں۔"

وہ جو گھنٹہ بھر سے مل کے نہیں دے رہا تھا، جانے کس کونے سے برآمد ہو گیا۔

"انتہائی ناکارہ انسان ہو تم۔ ایک نمبر کے نکمے اور بے کار۔ بیٹھیں گھر میں پیچھے سب دیکھو کرتے اور انتظار کرتے رہتے کہ کب حلوہ وغیرہ بن جائے۔ اب تم اپنے بل سے باہر نکلو۔ میں آئس کریم آرڈر کر آئی ہوں، کم از کم یہ تو چکھتے۔"

"جی جی۔۔۔؟ آئسکریم بھی ہوں گے۔۔۔ واہ جی۔۔۔ وہ والا آئسکریم ضرور ہونا چاہیے۔"

"یہ شاہ رخ ہی کون سی آئسکریم کا کاتا ہے؟"

"شاہ رخ کا نہیں جی، راکی سالونت کا۔"

"لاحول ولا۔ مری ہوئی بلی کی شکل یاد دلا دی۔"

حبیبہ نے ہنسی روکی۔ "شروع ہو جاؤ تم اور تمہارا سارا دن گھر میں قدم نہ دھرنا۔"

"چھٹی لے کر پنڈ چلا جاؤں؟" وہ پھیل گیا۔

"میں نے صرف دن کی بات کی ہے۔ شام کو مہمان آرہے ہیں تب تک مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ خوامخواہ میرا خون جلتا ہے، جاؤ۔"

"ہر گھڑی بدل رہی ہے روپ زندگی۔"

وہ آہیں بھرتا کچن سے نکلا۔ کچن کے ساتھ بنے دروازے کو کھول کے عقبی برآمدے کی جانب نکلا، جہاں اس کا کوارٹر تھا۔ وہاں سے اپنی چادر اٹھائی اور سیدھا لان میں۔

"کل ہو نہ ہو۔"

منہ اٹھائے گاتے گاتے وہ ادھر ادھر دیکھتا۔

"نہیں، باجی نے گھر سے باہر جانے کا کہا تھا۔ اور لان میرا خیال ہے گھر کے اندر ہی ہے۔ چل بھئی شاہ رخ۔"

وہ چادر اٹھائے گیٹ سے باہر نکلا۔ یہ گرانٹ شرٹ کی ڈیڈ اینڈ تھا۔ اس لیے ٹریفک برائے نام تھی۔ اکا دکا کوئی گاڑی کسی نہ کسی گھر میں آتی دکھائی دیتی۔ وہ بھی دوپہر کے اس وقت کہیں نظر نہ آئی۔ ہر سو سکون تھا۔ اس نے آرام سے گھر کی بیرونی دیوار کے ساتھ بنے گرین ایریا میں پاؤں پسارے اور سر سے پیر تک چادر اوڑھ کے لیٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ دونوں ہارس رائڈنگ کے لیے بھاؤ تاؤ کر رہے تھے۔

"بھائی۔ او بھائی۔ ہم تمہارا گھوڑا خریدنے کی بات نہیں کر رہے۔ صرف پندرہ منٹ اس پہ "جھولے" لینا چاہتے ہیں۔"

"جی میں بھی پندرہ منٹ کی سواری کا ریٹ ہی بتا رہا ہوں۔ دو سو روپے فی کس۔"

"یہ سرکاری گھر ہے دوست۔ دار الحکومت۔ ادھر ہر چوہا اپنی حکومت چلاتا ہے اور اپنے دام لگاتا ہے۔"

عقیل نے معاملہ ختم کرانے کی نیت سے کہا اور دو سو روپے نکال کے گھوڑے والے کے ہاتھ پہ رکھے۔

اب وہ اچھل اچھل کے گھوڑے پہ چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یار! تم تو ایسے ہی پھرت جاؤ۔ نہیں دیکھ کے گھوڑا نروس ہو رہا ہے۔" عقیل ہنسنے لگا۔

"رائڈنگ تمہیں نہیں آتی اور شرمندگی مٹانے کے لیے گھوڑے کو نروس کر رہے ہو۔"

"مجھے تو ایسی رائڈنگ آتی ہے کہ خود گھوڑے کو بھی نہیں آتی ہوگی۔ مگر یہ اس وقت واقعی ٹینشن میں لگ رہا ہے۔ شاید اس بے چارے پہ ہم جیسا کوئی بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔"

"مو پھر تم اکیلے۔" عقیل نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور رخ موڑ کے تیز تیز چلنے لگا۔ ملک کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس نازک موقع پہ وہ اس کا روٹھنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"یار! ایک تو تم ڈائلاگ کا بس تک بیوہ مرہٹ وک ہو گئے ہو۔ بات بات پہ منہ پھلا لیتے ہو۔"

"تم میرے پھولے ہوئے منہ پہ نہیں اپنے چڑھے ہوئے منہ پہ غور کرو اس شکل کے ساتھ جاؤ گے لڑکی دیکھنے؟"

"نہیں عقیل اتر کے گر رہ جاؤں گا۔ اف۔ نہیں یار عقیل ساتھ نہ لے کر گیا تو کیسے دیکھوں گا۔ آنکھیں تو شکل پہ ہی لگی ہوئی ہیں۔"

"چلو تمہیں علاج بتا دوں۔" عقیل اس بار چپ رہ گیا۔ صبح سے اس کی بے سروپا باتیں بھی برداشت بھی کر رہا تھا۔

"یار! سچ بتاؤں۔ میں خاصا نروس ہو رہا ہوں اور اسی گھبراہٹ کو چھپانے کے لیے الٹی پلٹی باتیں جھاڑ رہا ہوں۔" عقیل نے سچ اگلا۔

"ہمیں یہ تو اچھا ہے تم اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کا تکلف نہ ہی کرو۔ گھبرائے ہوئے تم بے وقوف لگو گے۔"

"یار! سچ بتانا۔ میں واقعی بے وقوف لگ رہا ہوں؟"

"نہیں۔۔۔ لگ نہیں رہے۔"

عقیل نے چبا چبا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ مشکوک ہوا۔

"میرا مطلب ہے، ہو بے شک مگر صد شکر دیکھنے میں اتنے نہیں لگتے۔ بچت ہو جائے گی، اچھے خاصے لوگ دھوکا کھا جائیں گے۔"

"دراصل اس سے پہلے میں نے کبھی لڑکی نہیں دیکھی۔" وہ شرمایا۔

"کیوں جھوٹ بک رہے ہو۔ کو ایجوکیشن میں پڑھے ہو اور لڑکی نہیں دیکھی۔ آنکھوں پہ پٹی باندھ کے جاتے تھے کالج اور یونیورسٹی۔"

"میرا مطلب ہے میں نے کبھی رشتے یعنی شادی کی نیت سے پسند کرنے کے لیے کوئی لڑکی نہیں دیکھی۔ یہ میرا پہلا موقع ہے۔"

"میرا بھی۔"

"تمہارا؟"

"ہاں۔ میرا بھی پہلا موقع ہے کسی لڑکے کو لڑکی دکھانے کے لیے لے کر جانے کا۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی یہ کام بھی کرنا پڑے گا۔"

"وہ مریا۔ ان کا تو نہیں پتہ ہر طرف سے اطمینان کر لیا ہے، پھر کوئی قدم اٹھایا ہے۔ مجھے وہاں بھیجنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے انہوں نے تمہیں تیار کیا میرے ساتھ جانے کے لیے۔"

"ہاں میں تو جیسے بڑا تجربہ کار ہوں بیٹیاں اور تین بیٹے بیاہ چکا ہوں۔"

"کتنے دور اندیش ہو تم میرے دوست۔ ابھی شادی تمہاری ہوئی نہیں اور بچوں کی تعداد بھی سوچ رکھی ہے۔ پانچ۔ دو لڑکیاں۔ تین لڑکے۔ ویسے یار آج کے زمانے کے لحاظ سے پانچ بچے زیادہ نہیں ہیں؟"

"وہ تم کو لینے کو تنگ۔ جس طرح باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو اس سے تو یہی لگتا ہے نہ تم رشتہ دیکھنے جاؤ گے نہ تمہاری شادی ہوگی نہ بچے، پھر تمہاری سونی زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے میرے پانچ بچوں میں سے ہی ایک دو کام آجائیں گے۔"

"یہ بتاؤ کیا پہن کے جاؤں؟"

UrduPhoto.com

"ہوں۔ یہ سوال غور طلب ہے۔"
"پھر کرو۔"
"کیا؟"
"غور۔"
"کرلیا۔"
"اچھا؟ کیا پایا؟"
"کپڑے۔"

چند سیکنڈ علی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر مشکور و ممنون انداز میں اس کے ہاتھ تھام کے ان کی پشت پہ بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

"پیر و مرشد۔ آپ نہ بتاتے تو میں تو وہاں پتے باندھ کے جانے والا تھا۔"

☼ ☼ ☼

"ہیں، یہ کیا چیز ہے؟"
دونوں ٹھٹک کے رکے تھے۔

"چیز نہیں انسان ہے۔" علی نے ذرا آگے ہو کر غور سے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر چادر کا کونا ذرا سا اٹھا کر جھکنے کے بعد دوبارہ منہ ڈھکتے ہوئے اضافہ کیا۔

"بلکہ ہے نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟۔ پڑا پڑا انسان سے مگرمچھ ہو گیا ہے؟"

"نہیں یار۔ بے چارہ شاید کسی لمبے سفر پہ جا رہا تھا۔ تھکن کے مارے لیٹا اور یہیں ہارٹ فیل ہو گیا۔"

"ہٹیے، ہو مجھے دیکھنے دو۔" مقبول کے اندر کا ڈاکٹر جاگا۔ "شاید یہ ابھی زندہ ہو اور اسے میری ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہو۔"

"یار! خدا کا واسطہ ہے مرے ہوؤں کو تو بخش دو۔ زندوں کو تمہاری ٹریٹمنٹ جہاں پہنچاتی ہے یہ آل ریڈی وہاں جا چکا ہے۔ اب اسے اور کتنا آگے پہنچاؤ گے۔ بائی اللہ اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔"

"کس کی؟"

"سواری کی۔" علی نے جھلا کے کہا پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"ظاہر ہے پیسوں کی۔"

"مگر تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ یہ اوپر جا چکا ہے پھر وہاں اسے خرچہ پانی کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہاں جانے کا کرایہ ہے یہ۔ بے چارہ لاوارث مسافر تو ہی ہے۔ میرا مطلب ہے تھا۔ اس کے کفن دفن کے کام آئے گا۔ چلو ہم گھر ڈھونڈیں۔"

"یار! بس ایک دفعہ مجھے اسے چیک کر لینے دو۔ میرے اندر کے ڈاکٹر کو چین نہیں آ رہا۔"

"یار مقبول! تم سمجھتے کیوں نہیں۔ ہمیں اس لاوارث لاش کے پاس دیکھ کے کسی کے اندر کا پولیس والا بے چین ہو کر جاگ گیا تو لمبے چکر میں پڑ جائیں گے یارے۔"

بات کرنے کے دوران وہ تیزی سے آس پاس کے گھروں کے نمبر پڑھنے میں مصروف تھا۔

"ارے یہی تو ہے ہاؤس نمبر الیون۔"

وہ چار قدم آگے بڑھا۔

"کوئے ہوئے۔ یہ تو بڑی بدشگونی ہو گئی۔ تم جس گھر رشتہ دیکھنے آئے ہو اسی کے باہر لاش۔"

"تم ذرا انڈین ڈرامے کم دیکھا کرو۔ ہونہہ۔ بدشگونی۔"

اس نے کال بیل دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مقبول نے روک دیا۔ "ایک منٹ۔"

علی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اچھے کام کے لیے جا رہے ہو۔ پہلے ایک اچھا کام کرتے جاؤ۔"

"کیوں نہیں۔" علی نے بلا توقف اسے گلے لگا لیا۔ "بس؟ اب خوش؟"

"بے وقوف انسان میں اس کی بات کر رہا ہوں۔" مقبول نے ذرا فاصلے پر پڑے اس وجود کی جانب اشارہ کیا۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں مجھے چیک کرنا چاہیے تھا کہ اس کی موت کس وجہ سے ہوئی اور یہ کہ اسے فوت ہوئے کتنی دیر گزری ہے۔"

"یار! میری سمجھ میں نہیں آتا ان سب کا فائدہ کیا ہے۔ مرنے والا مر گیا۔ تم نے اپنی ڈاکٹری ضرور چمکانی ہے۔ ہم رکھ تو آئے ہیں پیسے۔"

"وہ مرا ہوا آدمی خود جا کے کفن خریدے گا؟"

"یار۔ واقعی یہ تو ہے ہم نے تو بے حسی کی انتہا کر دی۔" "کم از کم فاتحہ تو پڑھنی چاہیے تھی۔"

"اور اس کی تلاشی لے کر اس کا ایڈریس وغیرہ بھی معلوم کرنا چاہیے۔" "چلو آؤ۔"

دونوں دوبارہ مڑے۔

"بھائی صاحب۔ ایک منٹ بات سنیں۔"

مقبول نے حیرت سے علی کو دیکھا جو پاس سے گزرتے ایک شخص سے رکنے کی استدعا کر رہا تھا۔

"یہ بے چارہ شخص مسافر تھا اور دل کا مریض بھی۔ اس وقت اس کی لاش لاوارث پڑی ہے۔ اگر آپ کچھ امداد کریں گے تو اس کے اپنے اس کا آخری دیدار کر لیں گے۔"

اس شخص نے تعجب بھری نظر علی کے ٹھسکے، سوٹڈ بوٹڈ سراپے کو دیکھا اور کچھ تذبذب کے ساتھ والٹ سے سو سو روپے کے دو نوٹ نکال کر تھما دیے۔

خولہ نزدیکی اسٹور سے ہیئر بینڈ لے کر واک کرتی واپس آ رہی تھی جب گھر کے قریب ہی ان دو لڑکوں میں سے ایک نے اسے روکا۔

"مس۔ ہم اس لاوارث لاش کے لیے چندہ مانگ رہے ہیں۔"

"میرے پاس رکھوا کے گئے تھے آپ اپنا چندا؟"

وہ بھی خولہ تھی۔ الٹا سوال کر کے دونوں کو بغلیں جھانکنے پہ مجبور کر دیا۔

"اور یہ جو مر گیا ہے یہ اب چندا کا کرے گا کیا؟ آپ کو کتنی ہی ہے تو اپنے لیے مانگیں۔ ہونہہ۔" وہ ان دونوں کو ہکا بکا چھوڑ کے آگے بڑھ گئی۔

"ارے۔ کمال لڑکی ہے۔" علی بڑبڑایا۔

"وہی ہے۔ یار یہ تو وہی ہے۔" مقبول نے اسے ہاؤس نمبر الیون کے گیٹ کے اندر جاتے دیکھ کر نعرہ لگایا۔

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ کمال ہے۔" علی کی نظروں نے بھی یہ منظر دیکھا اور اس کے باقی کے الفاظ ہونٹوں کے پیچھے دم توڑ گئے۔

"مارے گئے۔"

"سو فیصد مارے گئے۔ اب اس لاوارث لاش کے نہیں بلکہ اپنے کفن دفن کے انتظامات کے بارے میں سوچو۔"

"دادو کہتی تھیں جب کوئی انسان ہدایت پاتا ہے اور نیکی کے رستے پہ چلتا ہے تو شیطان بھیس بدل بدل کے اس کا رستہ کھوٹا کرتا ہے اور اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"مصیبت کے وقت نانی یاد آتی ہے یہ تو سنا تھا۔ تمہیں دادو یاد آ رہی ہیں۔"

"مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ دادو کتنا ٹھیک کہتی تھیں۔ دیکھو۔ ہم نیکی کا کام کر رہے تھے۔ اس لڑکی کی وجہ سے یار رشتہ طے نہ ہونے کے ڈر سے میں اس مسافر کی لاش لاوارث نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ ایک نئے عزم سے مڑا اور پاس سے گزرنے والے ایک اور شخص کو روکا۔

"ایکسکیوزمی انکل!"

☼ ☼ ☼

"آپ کو پتہ ہے 'ہمارے گھر کے باہر کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔" خولہ نے اندر آتے ہی دھماکا کیا۔

"اسٹریٹ تھیٹر؟" سدرہ ایکسائیٹڈ ہوئی۔

"وہ گلی کو بھی والوں کا مالی ہو گا۔ ہر تیسرے دن اسٹریٹ میں مجمع لگا کے بیوی سے لڑتا ہے۔ گھٹیا شخص۔" حبیبہ نے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔

"باہر دو ہینڈسم لڑکے کسی لاوارث لاش کے لیے چندہ اکٹھا کر رہے ہیں۔"

"بے وقوف ہیں۔ ایدھی والوں کو فون کر دیتے۔" حبیبہ نے رائے دی۔

UrduPhoto.com

"ان کا کہنا ہے کہ وہ نہ صرف اس کے کفن دفن کا انتظام کر کے دفنانا چاہتے ہیں بلکہ اس کے گھر تک بھی اسے پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس کے خاندان والوں کے پاس۔"

"یہیں کون سر پھرا ہے۔ چلو دیکھتے ہیں۔" حبیبہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رہنے دیں۔ خالہ۔ بے کار میں دو تین سو دینے پڑیں گے۔"

سدرہ نے آنکھیں دکھائی۔

☆ ☆ ☆

"کہاں ہیں دونوں ایجنٹ ہم؟" حبیبہ نے باہر نکل کے گردن گھما گھما کے چاروں طرف دیکھا۔

کسی ذی روح کا نام و نشان نہ تھا۔

"ابھی تو یہیں تھے۔ وہ لاش۔۔ وہ رہی۔"

اس کی نشان دہی پہ حبیبہ نے بھی دیکھا۔

"توبہ۔۔ اسے بھی ہمارے گھر کے سامنے ہی مرنا تھا۔"

وہ بڑبڑائی تو خولہ نے ناپسندیدہ نظروں سے اسے گھورا۔

"حد ہے بے حسی اور سفاکی کی۔"

"تمہیں میری بات پہ اعتراض ہے تو تم اسے اپنے گھر کے سامنے لے جا کے مار دو۔"

"یہ چادر تو ہمارے گھر کی ہے۔" حبیبہ پر تجسس انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

اس نے پیروں کی جانب سے چادر کا کونا اٹھا کر چیک کیا۔ ہاں یہ نشان بھی ہمارے لانڈری والے کا ہے۔ کیا واقعی چور ہے بوری کی چادر لے کے مر گیا۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ پورا گینگ ہے۔ پلنگ کے ساتھ کسی بندہ کی [illegible] دو تین گھنٹے اسی بہانے کہاں گزار کے [illegible] ہوگا۔ سارے بعد لے کر پھر کرتے ہوں گے واردات۔"

دودو ڈی کو ابھی لانا حسن پہ حبیبہ فوراً متفق ہو گئی۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔ کیا غضب کا شاطرانہ دماغ پایا ہے ان لوگوں نے۔ کوئی شک بھی نہیں کر سکتا اور گلی والے سوکھوں کی ہمدردی وصولتے ہوں گے۔"

"اب کیا کریں؟" خولہ نے مستعدی سے پوچھا جیسے حبیبہ کا اذن ملتے ہی وہ جرائم پیشہ عناصر پہ بلّہ بول دینے والی ہو۔

"اب۔۔" حبیبہ نے پل بھر کے لیے سوچا پھر فیصلہ سنا دیا۔

"اب ہم جا کے شاور لیتے ہیں اور تیار ہوتے ہیں۔ مہمان آنے ہی والے ہوں گے۔"

"حد کرتی ہیں آپ۔ آپ کے ہمسائے میں اس وقت کسی کے سر پہ خطرے کے بادل منڈلا رہے ہیں اور آپ کو شاور لے کر تیار ہونے کی پڑی ہے۔"

"تو اور کیا کروں۔ گھر گھر جا کے دروازے کھٹکھٹاؤں۔" وہ چڑ گئی۔

"اس لاش کی تلاشی لیتے ہیں۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا؟" حبیبہ نے یہ آئیڈیا مسترد کر دیا۔ "اب میں لاشوں کی تلاشی لیتی پھروں۔ پھر کوئی اس کا پوسٹ مارٹم بھی کروا لیتے ہیں۔"

"آپ رہنے دیں۔ میں خود دیکھتی ہوں۔ شاید اس کی جیب سے ان مجرموں کا کوئی سراغ نکل آئے۔" خولہ تجسس سے بڑے جوش سے آگے بڑھی۔

"میری چادر بھی لے لینا۔"

"یہ دیکھیں۔ سو سو کے بے شمار نوٹ، پانچ پانچ سو اور ہزار کے بھی اکا دکا پڑے ہیں۔ سب آپ جیسے کنجوس نہیں ہیں۔"

وہ ابھی چادر پرے کرنے ہی والی تھی کہ عقب سے شور سا مچا۔

"پکڑو۔۔ چور۔۔ پکڑ لیا۔"

خولہ نے گھبرا کے دیکھا۔ وہی دونوں ایجنٹ ہم کسی کو پکڑے کھڑے تھے۔ حبیبہ بھی منہ کھولے پچویشن کی تبدیلی نوٹ کر رہی تھی۔

"رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔" علی نے نعرہ لگایا۔ مقبل بھی تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"لوگ ہم ڈاکٹروں پہ خواہ مخواہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم مریضوں کی کھال اتارتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ کچھ لوگ آپ جیسے بھی ہوتے ہیں جو مُردوں کی چادر تک اتار لیتے ہیں۔"

"اور آپ جو زندہ لوگوں کی جیبیں خالی کروا رہے ہیں۔ وہ کس کھاتے میں جائے گا۔"

حبیبہ ہاتھ نچا کے کتنے میدان میں اتری۔

"اوہ۔۔ یک نہ شد۔۔ دو شد۔ لگتا ہے ان کا پورا گینگ ہے۔" مقبل نے سر سے پیر تک حبیبہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو خولہ کے آگ لگ گئی۔

"ہمارا باپ ہو گا آپ کا۔ فراڈیے۔"

"شش۔۔ چپ۔۔ مُردے کے پاس کھڑے ہونے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ خاموش رہیں آپ سب اور فاتحہ پڑھیں اس بے چارے کے ایصال ثواب کے لیے۔ اس کے بعد یہ طے کریں گے کہ اس لاش پہ کون اپنی دکان چمکا رہا ہے۔"

اس نے دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کی دیکھا دیکھی۔ یا شاید شرمندگی۔ باقی تینوں نے بھی ہاتھ اٹھا لیے۔

"ہیں۔۔ اتنی خاموشی کیسے ہو گئی۔" شاہ رخ نے بڑبڑاتے ہوئے چادر پرے سرکا دی۔

"جب تک میرے سرہانے کپ نہ پڑی ہو مجھے نیند نہیں آتی۔"

اس کی بڑبڑاہٹ پہ چاروں نے بیک وقت اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ رہا تھا۔ چاروں نے بے ساختہ چیخیں ماریں۔ حبیبہ نے پہلی چیخ کے دوران ہی شاہ رخ کے شرمندہ چہرے کو دیکھا اور وہیں فل اسٹاپ لگا دیا۔

"شاہ رخ تم؟"

"جی۔۔ بی بی جی۔!" وہ شرمندگی سے کان کھجانے لگا۔

"تو آپ دونوں ساتھی ہیں۔" علی نے حبیبہ کو گھورا۔

"نہیں جی۔ ساتھی کہاں۔ یہ مالک۔ میں نوکر ذات۔"

"اور کتنے لوگ ہیں آپ کے گروہ میں؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"وہی جو سچ ہے۔ آپ لوگ سیدھے سادے لوگوں کے جذبات سے کھیل کر پیسے بٹورتے ہیں۔"

"نہیں جی۔ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔" شاہ رخ نے اپنی دانست میں معاملہ کلیئر کرنا چاہا۔ "یہ تو صرف لوڈو کھیلتی ہیں اور اس پہ بھی پیسے نہیں لگاتیں۔ توبہ توبہ۔ وہ تو جوا ہے۔ مجھے بھی پیسے لگانے سے منع کرتی ہیں۔ یہ صرف بوتلوں کی شرط لگاتی ہیں۔ جو ہارتا ہے وہ سب کو بوتلیں پلاتا ہے۔"

"حسن اتفاق تو آپ ہمیں بوتلیں پلائیں۔ کیونکہ اتفاق سے ہم آپ کے مہمان ہیں۔"

"کیا؟ کیا مطلب؟" حبیبہ کے کان کھڑے ہوئے۔

"کیا آپ۔۔ علی۔۔ صباحی؟"

"جی۔ میں ہوں مریم کا بھائی علی۔"

"اور آپ؟" مقبل نے باری باری دونوں کے چہرے دیکھے۔

☆ ☆ ☆

"یار! مجھے تو یہ دونوں پسند آئی تھیں مگر افسوس ان میں سے وہ کوئی نہیں ہے۔"

حبیبہ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے علی نے مقبل کے کان میں سرگوشی کی۔

"تم افسوس نہیں شکر ادا کرو۔ ایک تم سے عمر میں زیادہ تھی۔ اور دوسری اسٹینا میں۔ تم نے دیکھا نہیں کیسے کرکس کے میدان میں اتری تھی۔"

علی خاموش رہا۔ مگر اس کا دل کہہ رہا تھا۔

"کیا ہی پیاری لڑکی ہے۔"

"تو سدرہ۔" حبیبہ کی آواز پہ اس نے چونک کے سر اٹھایا۔

بلاشبہ وہ بے حد حسین تھی۔ خولہ سے کم۔ یا اس

UrduPhoto.com

کرتے خاصی دیر سے سوئی تھیں۔ سدرہ کو اب تک انہیں نہ بتانے کا ملال تھا جبکہ خولہ کو یہ اطمینان کہ کم از کم وہ اپنے خول سے باہر تو آئی۔ پتہ نہیں کس وقت آنکھ لگی تھی کہ حبیبہ کی آواز پہ دونوں نے مشکل سے آنکھیں کھولیں۔

"ہیلو گرلز! اف۔ یہ کوئی وقت ہے سونے کا۔ جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے اور تم دونوں بھی کھو رہی ہو۔ ایک بے حد خوشگوار اور سہانا دن' جلدی باہر آؤ۔ بارش بس اترنے ہی والی ہے اور بارش کے پہلے پہلے قطروں کو ہتھیلیوں پہ بھرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔"

دونوں حیرت سے اسے مسلسل بولتے دیکھ رہی تھیں۔

کھلتے ہوئے زرد لباس پہ سفید دوپٹہ۔ جس پہ زرد سبز اور سیاہ رنگ کے پھول کھلے تھے اوڑھے وہ بے حد فریش لگ رہی تھی۔ بھیگی جلد والے ترو تازہ چہرے پہ رات والے اضمحلال کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہیرے کی کنی سی جگمگاتی آنکھوں کو دیکھ کے گمان تک نہ ہوتا تھا کہ کل یہ کتنا جھاجھ برس رہی تھیں۔

"میں نے ناشتے کے لیے پکوڑے بھی بنوائے ہیں۔"

"پکوڑے اور وہ بھی صبح کے نو بجے؟"

"شاید تم نے غور سے سنا نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ شاور شروع ہو رہی ہے۔ اگر نو بجے بارش شروع ہوئی تو پکوڑے تو بیٹے تک ملیں گے۔"

اپنی بات کے اختتام پہ اس نے خود ہی ایک جاندار سا قہقہہ لگایا۔

اور خولہ اور سدرہ جو رات دیر تک یہ طے کرنے میں مصروف رہی تھیں کہ ان میں سے کون حبیبہ کو اس کی پچھلی زندگی سے باہر لانے میں کامیاب ہوگی' اب کھلی کھلی سی اس کی لاحاصلی کے انداز میں اس کے قہقہوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔

❀ ❀ ❀

"مارے ...؟ ارے سدرہ؟"

"میں' آئی ایم۔ پیار میں انسان پاگل ہو ہی جاتا ہے۔"

"ہائی گاڈ! ایک ملاقات کو تم پیار کا نام دے رہے ہو اور ملاقات بھی وہ جس میں تم دونوں نے ایک دوسرے پہ پنچ تیز کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔"

"پہلی ملاقات میں تم ایک مشرقی لڑکی اور مشرقی لڑکے سے اور کیا توقع رکھ سکتے ہو۔" علی شرمایا۔

"مشرقی۔؟ یوں کہو کہ ایک مشرق دوسرا مغرب۔ تم دونوں میں کوئی ایک بھی قدر مشترک ہے؟"

"ہاں ہے۔" علی نے برا توقف کہا۔

"مثلاً۔" مقبول کے استفسار پہ علی سوچ میں پڑ گیا۔

"مثلاً ... ہاں ... اس کا نام بھی تین حرفی ہے اور میرا بھی۔ اس کے بال بھی کالے ہیں اور میرے بھی۔"

"ہاں اور اس کی بھی دو آنکھیں' دو کان اور ایک ناک ہے اور تمہاری بھی۔"

مقبول نے شرمندہ کرنا چاہا وہ قدرے ہوا بھی۔

"یار کیا کروں محبت تو ایسے ہی ہوتی ہے اچانک کسی وارث کی طرح اٹیک کرتی ہے جس کی کوئی خاص وجہ تو ہوتی نہیں جو میں بیان کروں۔"

"مگر اپنی مما سے تو تمہیں کچھ نہ کچھ بیان کرنا ہوگا ان سے کیا کہو گے۔"

"ان سے۔" اس نے لمحہ بھر کو سوچا پھر کھل اٹھا۔ "ان سے کہہ دوں گا کہ سدرہ مقبول کو پسند ہے۔"

"ہرگز نہیں' مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"دیکھو میرے دوست' تمہیں کہیں نہ کہیں تو شادی کرنا ہے' کبھی نہ کبھی گھر بسانا ہے پھر اب کیوں نہیں۔ سدرہ کیوں نہیں۔"

"کیونکہ ..." مقبول نے اسے اصل وجہ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔

❀ ❀ ❀

"معیز کا فون آیا تھا۔" لقمہ نے سرد لہجے میں سدرہ کو بتایا۔

"تو آپ نے بتایا تھا انہیں میرا جواب۔"

"اس کی نوبت نہیں آئی۔ اس نے پہلے ہی اپنا جواب سنا دیا۔" وہ خاصا چبا چبا کے بولی۔

"یقیناً میں بھی اسے پسند نہیں آئی۔" سدرہ چہک اٹھی۔ "دیکھا بھلا یہ رشتہ بھی جم سکتا تھا؟ نہ وہ مجھے پسند نہ میں اسے پسند۔"

"وہ تمہیں کیوں نہیں پسند آیا' یہ میں نہیں جانتی مگر تم اسے اس لیے پسند نہیں آئیں کہ تم نے اپنی دوست کو جو آگے آگے کر رکھا تھا معیز ادھر ہی تھی کہ تمہاری ... کو خولہ پسند آئی ہے۔"

"واؤ ... مزا آئے گا۔"

"میں کیا تمہارے منہ میں نوالے بنا بنا کے ٹھونس رہی ہوں جو تمہیں مزے آ رہے ہیں۔ بے وقوف لڑکی' تمہاری سہیلی تمہارے ناک کے نیچے سے تمہارے لیے آیا رشتہ لے اڑی۔"

"ظاہر ہے' سہیلی جو ہوئی۔ دوست ہی مشکل میں کام آتے ہیں۔"

"میں نے کہا بھی تھا حبیبہ سے مگر اسے کیا۔ اس کی بلا سے رشتہ ہو تا نہ ہو تا وہ کیوں خیال رکھتی اس بات کا کہ تمہارے رشتے کے لیے آئے لڑکے کے سامنے خولہ کو نہیں جانے دیتا۔ ایسی نزاکتوں کا خیال تو ماں ہی رکھ سکتی ہے۔ میرا ہی دماغ خراب تھا جو میں نے اتنی بڑی ذمہ داری اسے سونپی' وہ اتنی ذمہ دار ہوتی تو اپنا گھر نہ بسا ہوتا اس کا۔"

"پلیز ماما! خالہ کو کچھ مت کہیں۔" سدرہ نے ناگواری سے ٹوکا۔

"کیوں نہ کہوں' اسی کی شہ ہوگی یہ اور میں بھی اب کچھ کچھ جاننے لگی ہوں' تم اس رشتے سے خوش کیوں نہیں تھیں۔ اپنی دوست کی ٹپکتی رال دیکھ لی ہوگی تم نے اور چلی ہوگی اس کا راستہ صاف کرنے اور حبیبہ۔ اس عمر میں بھی بچپنا نہیں جاتا اس کا۔ الٹے لڑکیوں میں لڑکی بنے رہنے کے شوق میں ایسی حرکتیں کرتی ہے' اس بار آؤں تو اس سے تفصیلی بات کروں گی۔"

"کچھ نہیں کہیں گی آپ خالہ سے۔" سدرہ کے لہجے میں چٹخ تھی۔ "ان کا اس سارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے انہیں تو آپ گھسیٹیں ہی مت۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے' میرے لیے آپ کے لیے یا فیملی کے کسی بھی فرد کے لیے' اگر اس کا صلہ انہیں نہیں دیا جا سکتا تو کم از کم وہ قصور تو ان کے کھاتے میں نہ ڈالا کریں جو انہوں نے کیے ہی نہیں ہوتے۔ رہا خولہ کا معاملہ۔ تو اس لڑکے نے خولہ کو پسند کیا ہوگا خولہ نے اسے نہیں۔ تو جب ایسا کچھ ہوا ہی نہیں تو میں کیسے اس کا راستہ صاف کرنے کے لیے بھاگتی۔"

"آپ میں اس معیز کا کیا کروں وہ خولہ کے گھر جانے کے لیے تلی بیٹھی ہے۔ مجھے دو اس کا ایڈریس؟"

"میں خولہ سے پوچھ کے بتاؤں گی۔"

سدرہ نے کچھ سوچ کے کہا۔ وہ جانتی تھی خولہ مشکل سے ہی اس بات کے لیے راضی ہوگی۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ علی میں کسی قسم کی کوئی خامی تھی۔ وہ اچھا بھلا ہینڈسم اور قابل لڑکا تھا۔ پڑھا لکھا اور مہذب۔ اس کا اعتراف تو سدرہ کو بھی تھا۔ ہاں وہ خود اپنے آپ کو اس کے لیے راضی نہیں کر پائی تھی تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ ... نہیں ... ابھی کہانی کلائمکس پہ نہیں آیا تھا جب کسی خوابوں کے شہزادے کی انٹری ہوتی' ہاں مگر سدرہ کو اس انٹری کا انتظار ضرور تھا۔ وہ ارینج میرج کے بجائے لو میرج کرکے پچھتانے پہ زیادہ یقین رکھتی تھی۔ یعنی پچھتانا تو ہے ہی تو کیوں نہ انسان اپنے کیے پہ پشیمان ہو نہ کہ دوسروں کو کوستا پھرے۔

خولہ کے دماغ میں فی الحال یہ کیڑا نہیں تھا وہ ویسے بھی دوسروں کے کاندھے پہ رکھ کے بندوق چلانے کی عادی تھی۔ اگر علی کہیں بھی کسی بھی راستے پہ روک کر اس سے ایڈریس لیتا اور اپنا مدعا بیان کرتا تو وہ ... چڑاتے وقت اور بھی پلٹ کے یہ بھی جاننے کی کوشش

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

نہ کرتی کہ اس کے ماں باپ نے علی کو کیا جواب دیا ہے۔ وہ اپنے سارے اختیارات انہیں سونپ دینے کے بعد اب بے فکر ہو چکی تھی لیکن سدرہ دل سے چاہتی تھی کہ اگر علی واقعی اس طرح پارسا ہے تو یہ رشتہ ہو جائے، اس لیے اس نے خولہ کو منانے کی کوشش کی۔

"ہرگز نہیں ایسا مر کے بھی نہیں ہو سکتا۔"

"رشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اچھے دوست نصیب سے ملتے ہیں اور میں تمہاری اور اپنی دوستی میں کوئی کمی نہیں چاہتی۔"

"شاید تم بھول رہی ہو کہ علی نے تمہیں پسند کرنے کی حماقت کی ہے۔ یہ جاننے سے بہت پہلے میں اس رشتے کے لیے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر چکی ہوں۔"

"ہاں مگر آنٹی۔ وہ کیا سمجھیں گی۔ کیسی رائے قائم کریں گی میرے بارے میں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" سدرہ ان کے خولہ کے بارے میں ذہنی خیالات صاف بھانپ گئی۔

"بھونڈے ہو گئے ہیں۔ میں کیا چاہتی نہیں تمہاری خالہ کے بارے میں [illegible] جب وہ [illegible] شک کرنے سے نہیں [illegible] تو مجھ پہ تو الزام [illegible]"

خولہ بھی اپنے [illegible] میں ہی رہ گئی۔

"کیا بحث چل رہی ہے؟" حبیبہ نے [illegible] فون اٹھا کے ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ہی بتائیں خالہ! یہ حماقت کر رہی ہے کہ نہیں۔"

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے بے چاری۔ [illegible] تو ملنے دے کر اس کا اور اس کے گھر والوں کا بھی خیال کرو بی بی۔"

حبیبہ نے وہ کہہ ڈالا جو خولہ کب سے کہنے کے لیے مچل رہی تھی مگر سارے لحاظ کے لب سے بیٹھی تھی۔

"اور علی میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں جو اس کی خاطر اپنی اتنی عزت [illegible] کرائے، ہاں کوئی محبت ہوتی تو سوچا بھی جا سکتا تھا۔ بھی عشق میں تو ہوتے ہی بھی کھا لیے جاتے ہیں۔"

خولہ بھی سوچ رہی تھی۔

"میں بھی یہی سمجھا رہی تھی اسے۔"

"لیکن دوسری طرف یہ بھی سچ ہے کہ اگر علی میں سرخاب کے پر نہیں لگے تو تم میں تو سرخاب کے کوئی بھی پر نہیں لگے۔ اتنی بھی تمہاری زبان ہے، عام سی شکل و صورت، خاص سلیقہ، طریقہ بھی نہیں ہے۔ [illegible] رکھا ہے، ورنہ تم [illegible] تمہارے حق حلال کمانے والے سرکاری ملازم [illegible] کا [illegible] عہدے [illegible] کرانے کا [illegible] تم کوئی ایسی توپ قسم کی تعلیم حاصل کر رہی ہو کہ ڈگری ملتے ہی تمہیں ہزاروں کی ملازمت مل جائے، ایسا ہوا تو شاید اس [illegible] میں کوئی اضافہ ہو جاتا۔ اب ایسے میں اگر علی ستاروں کی گردش کا [illegible] ہو ہی گیا ہے تو تم کیوں اپنی قسمت کے دروازے بند کر رہی ہو۔"

اس بار بھونڈے کی باری سدرہ کی تھی اور خولہ دوپٹے [illegible] حبیبہ کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ [illegible] زیادتی کر رہی ہیں۔" بہت مشکل سے وہ [illegible] کہہ پائی۔

"زیادتی تو تم کر رہی ہو اپنے ساتھ۔"

"میں نے [illegible] لیا۔ اب تو مان جاؤ۔ یہ صرف میرا ہی نہیں خالہ کا بھی خیال ہے کہ علی سے بہتر تمہارے لیے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ تم [illegible] مرحلہ تو طے کرنے دو۔ آگے کا [illegible] تمہارے پیش کریں گے، تمہیں وہی قبول ہوگا۔ بس تم اس کی [illegible] جانے کی اجازت دے دو۔ میرا نہیں تو خالہ کا مشورہ ہی مان لو، بزرگ بھی [illegible]"

"ہائے اللہ! یہ بزرگ کسے کہا ہے؟"

اور یوں لڑتے جھگڑتے بالآخر انہوں نے خولہ کو رضا مند کر ہی لیا۔

○ ○ ○

"اگر فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اب اس پہ مطمئن بھی

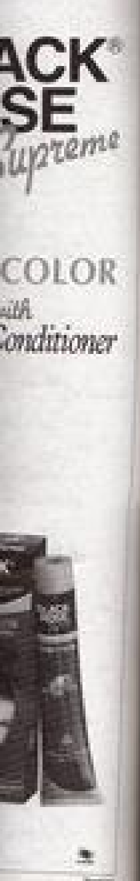

ہو جاؤ۔"
رات کو اسے ٹیرس پر بے چینی سے ٹہلتے پاکے
حبیبہ نے نرمی سے کہا۔
"پتہ نہیں میں نے ٹھیک کیا یا غلط۔ دراصل مجھے
لوگوں کی باتوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔"
"کہنے دو۔ کیا لوگوں کی بے بنیاد باتوں میں آکے تم
اپنی زندگی میں آنے والا ہر چانس یونہی مس کرتی
جاؤ گی۔"
"چانس؟" خولہ نے اچنبھے سے دہرایا۔
"ہاں۔ اگرچہ میں ذاتی طور پر اس بات کی قائل
ہوں کہ صرف شادی ہی لڑکی کی زندگی کا واحد گول نہیں
ہونا چاہیے۔ لیکن بہرحال' یہ بھی ایک مرحلہ ہوتا ہے
جو اگر بخیر و خوبی حل ہو جائے تو زندگی کے باقی مراحل
بڑے سہل سے ہو جاتے ہیں۔ نہ ہو تو اگلے راستے
تھوڑے سے دشوار ضرور ہو جاتے ہیں یا تو تم کو
تمہیں سرے سے شادی ہی نہیں کرنا لیکن تم ایسا
نہیں کرو گی۔ تم ایک نارمل' اچھی بچی ہو۔ تو شادی
بھی نہ بھی تو کرنی ہوگی جہاں تمہارے والدین کہیں
گے تو علی کیوں نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ایک ایسا
لڑکا ہے جس کو تمہارے گھر والے آنکھ بند کر کے
سارے کے منتخب کر لیں گے پھر بے بنیاد قد شات کو
بنیاد کیوں بنا رہی ہو۔ سب کچھ اللہ پہ چھوڑ دو۔"
"آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"
خولہ کے بے ساختگی سے کیے سوال پہ روانی سے
بولتی حبیبہ ایک دم چپ ہو گئی۔
اسے کوئی جواب نہ سوجھا تو آہستگی سے پلٹ کر اندر
جانے لگی۔
"کیا میں یا حبیبہ جی آپ نے اپنی زندگی کے راستے
[illegible]
خولہ کے سوال نے ایک بار پھر اس کے قدم
روکے۔
"اگر صرف سوچنے سے سب ہونے لگے تو۔"
[illegible]
اسے دیکھا اور اپنے لہجے میں زبردستی کی بشاشت پیدا
کرتے ہوئے کہنے لگی۔
"دراصل مجھے دیکھ کے کسی کے ستارے گردش
میں آئے ہی نہیں۔ کون کسی ایسی عورت سے شادی
کرنا چاہتا جو شادی کے چھٹے مہینے بغیر کسی وجہ کے اپنے
شوہر کو چھوڑ کے میکے آ بیٹھی ہو۔ اس کے مسلسل
منانے اور منت سماجت کرنے پہ بھی اس کی ناں ہاں میں
نہ بدلی ہو۔ جس کی ضد کو شوہر کے ایکسیڈنٹ نے
بھی نہ توڑا ہو اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا
اس شخص کو ایک نظر دیکھنے اسپتال تک نہ گئی ہو۔ اتنا
سب جاننے کے بعد کون آتا میرا طلب گار بن کے؟
ایک بے حس' سنگ دل' مغرور اور خود غرض عورت کو
اپنی زندگی میں شامل کرنے۔"

☆ ☆ ☆

حبیبہ نے خولہ کو قائل کرنے کے لیے یہ کہہ تو دیا
کہ۔
"میری زندگی میں ایسا کوئی چانس آیا نہیں" آیا ہوتا
تو میں ضرور اس سے فائدہ اٹھاتی۔ تمہاری طرح لوگوں
کی باتوں کے ڈر سے ہاتھ سے نہ گنواتی۔"
مگر وہ نہیں جانتی تھی اگلے ہی روز اس کے اپنے
کے الفاظ اس کا امتحان لینے اس کے سامنے آن
کھڑے ہوں گے۔
علی کی ممی آیا خولہ سے ایڈریس لینے کے بعد اگلی ہی
فلائٹ سے سیدھی پاکستان آ پہنچیں۔
"یہ یہاں کس لیے آئی ہیں؟" خولہ بے حد گھبرا
گئی۔
"جانا ہے تو میرے گھر جائیں لیکن انہیں اتنی
جلدی کیا تھی بھلا۔ ابھی میں گھر پہ تو بتا رہی۔" دوست
پیاری ہونے لگ رہی تھی۔
"مجھے لگتا ہے جلدی بہن کو نہیں بھائی کو ہے۔
یعنی علی کو۔" سدرہ نے خیال ظاہر کیا۔
"مجھے ایسی خاص جلدی نہیں تھی۔ میں تو پوری
تیاری کے ساتھ آنا چاہتی تھی ایسی چھٹی لے کر تاکہ
ایک ہی بار شادی کر کے جاؤں علی کی۔" مہر نے

وضاحت پیش کی۔
"مقبول کے بلانے پہ آیا تھا۔ وہ میرے لیے بھائی
سے کم نہیں۔ میں نے سوچا علی کا معاملہ تو ہو رہا ہے
گا۔ وہ اپنی بات سے پھرنے والا نہیں مگر مقبول ہو سکتا ہے
ہاتھ نہیں دھرنے دیتا تھا' آج ناتا ہی ہے تو یہ موقع
گنوانا نہیں چاہیے۔"
"اوف۔ آپ بھی موقع نہیں گنوانا چاہتیں۔ اُدھر
ہماری خالہ کے بھی یہی خیالات ہیں۔ خولہ کو وہی
سمجھا رہی تھیں۔" سدرہ نے خواہ مخواہ درمیان میں
دخل دیا۔
"ہاں۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے۔ تمہاری خالہ کوئی
موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔"
مہر نے بڑی پرکھتی نظروں سے حبیبہ کا جائزہ لیتے
ہوئے اس سے بھی زیادہ جھجکتے لہجے میں کہا جس پہ
حبیبہ نے خاصا چونک کر انہیں دیکھا۔
"مقبول علی کا بچپن کا دوست ہے۔"
"کس کے بچپن کا؟" سدرہ نے وہ سوال پوچھا جو
ان دونوں کو دیکھنے کے بعد سب ہی کے دل میں پیدا ہوا
تھا۔
"ظاہر ہے علی کے بچپن کا۔ مقبول سے جب اس
کی دوستی ہوئی تو وہ تھا کوئی بیس اکیس سال کا اور میرا علی
ابھی تیرہ برس کا۔ بمشکل چودہ کا ہو گا۔ فٹ بال کا بڑا اچھا کھلاڑی
تھا۔"
"کون؟" یہ پھر سدرہ تھی۔
"ظاہر ہے علی اور کون۔" وہ جزبز ہوئیں' بار بار
کے ٹوکنے کے عمل سے۔
"بڑا اچھا کھیلتا تھا اسکول کے دنوں سے ہی کہ
سوسائٹی کے کلب نے اسے فٹ بال کی ٹیم میں
سلیکٹ کر لیا۔ یہ ساری ٹیم میں سب سے کم عمر تھا مگر
ماشاء اللہ قد کاٹھ کی وجہ سے سب کے برابر لگتا تھا اور
وہ کپتان تھا ٹیم کا۔"
"ظاہر ہے آپ کا علی۔" سدرہ کی زبان پہ کھجلی
ہوتی چلی جا رہی تھی۔
"نہیں۔ مقبول۔"
"مکمل بے وقت بال۔ آپ کا علی سب سے اچھا کھیلتا
تھا اور کپتانی سونپ دی انہوں نے مقبول صاحب کو۔
سخت دھاندلی ہوئی یہ۔ سلیکشن ٹیم میں کوئی ماما چاچا
ہو گا۔"
"کس کا؟" اس بار سوال مہر کی جانب سے ہوا۔
"ظاہر ہے مقبول صاحب کا۔"
"نہیں' خیر ایسی کوئی بات نہیں۔ اچھا کھیلتا تھا وہ
بے چارہ بھی۔"
"اوف۔ آگئی ہیں۔ یعنی اچھا کھیلنے والے بے چارے
ہوتے ہیں۔" سدرہ نے سمجھ داری سے سر ہلایا۔
"توبہ۔ گھر جا کے علی کا سر ماتھا چوموں گی کہ
شاباش ہے تمہاری دور اندیشی کو جو بروقت فیصلہ
کر لیا۔" مہر بڑبڑا رہی تھیں۔
حبیبہ اب تک الجھی بیٹھی تھی۔ اس بے کار کی
بحث سے وہ جزبز ہوئی۔ "آپ کچھ کہہ رہی تھیں
مسز علی۔"
"ہاں۔ وہ میں مقبول کے بارے میں بتا رہی
تھی۔" آف موڈ کے ساتھ انہوں نے بتانا شروع کیا۔
"وہ شادی کے لیے مان گیا ہے۔"
"دیر آید درست آید۔" سدرہ نے لقمہ دیا۔
"اب یہ تو پتا نہیں کہ درست آید کہ غلط آید۔" وہ
پھر بڑبڑائیں۔
"اور شادی کے لیے اس نے اپنی پسند بھی بتا دی
ہے۔"
اس بار سدرہ نے کوئی لقمہ دینے کی حماقت نہیں کی
بلکہ سرے سے اپنے لبوں کو ہی سمیٹ کر چھپا لیا۔
اسے اپنی فکر پڑ گئی تھی۔
"اف۔ اتنی مشکل سے پیچھا چھڑایا ہے ایک سے۔
اب یہ دوسرا آ کے گلے پڑ گیا ہے۔"
"وہ حبیبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"
"کیا؟" حبیبہ اپنی سیٹ سے اچھل پڑی۔ "دماغ
تو خراب نہیں ہو گیا آپ کے مقبول صاحب کا۔"
"اتفاق یہی ہے۔" مہر نے صاف گوئی سے کہا۔
"اور جن کے دماغ خراب ہو جائیں' ان پہ پھر کسی

UrduPhoto.com

کے سمجھانے بجھانے کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اسی لیے میں نے سوچا اس کام پہ وقت برباد کرنے کے بجائے میں وہی کرلوں جس کے لیے وہ مچل رہا ہے۔"

"یعنی آپ۔" سدرہ نے غور سے انہیں دیکھا پھر ایک نظر حبیبہ کے رنگ اڑے چہرے پہ ڈالی۔ "یعنی آپ خالہ کا رشتہ لے کر آئی ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"آپ کہتی ہیں تو سمجھ لیتے ہیں ورنہ آپ کے تیور دیکھ کے تو لگتا ہے آپ کوئی پرانا قرضہ مانگنے آئی ہیں۔"

"آپ جس کام سے بھی آئی ہوں اس کام کو بھول جائیے۔ چائے پیجیے، چکن پکوڑا کھائیں، چاکلیٹ کیک چکھیں اور خوشی خوشی اپنے گھر کو جائیں۔"

یہ حبیبہ کا بڑا مسکرا کر ایک بار مشورہ تھا جسے سن کر وہ تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا مقبول سے کہ کیوں ذلیل کراتا ہے مجھے۔ ایسی چلتی پھرتی بہو تھی جو بنا ہی تھی۔ اسے صرف دنیا کے مزے لینے ہیں۔ خود کو اپنی جوانی کا احساس دلانے کے لیے کہ ہاں بھئی ابھی ہم میں دم خم ہے ابھی بڑے آسکتے ہیں پیچھے پیچھے۔ گھر گرہستی بسانے پہ بھی راضی نہیں ہوں گی۔"

اور جاتے جاتے پیچھے مڑ کے نہ دیکھا۔

"یہ کیا کیا آپ نے خالہ؟"

"کیوں، چکن پکوڑا کم ہو گیا؟ انہیں آفر دے کر برا کیا میں نے؟ خیر وہ کون سا رکی ہیں۔ تم لاؤ ہم مل کے اڑاتے ہیں۔" اس نے ان سنی کرتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا۔

☆ ☆ ☆

"خالہ۔ ماما کا فون تھا۔" سدرہ نے اطلاع دی۔

"وہ آرہی ہیں۔" مزید اضافہ بھی کیا مگر حبیبہ کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔ سدرہ نے آنکھیں گھما کے حبیبہ کے چہرے کو چیک کیا نہ اس کی آواز میں کوئی لرزش تھی نہ چہرے پہ کوئی فکر نظر آرہا تھا۔

"آپ نے سنا۔" اب کے وہ چلائی۔

"ہاں سنا اور حیرت مجھے تب ہوتی اگر تم ان کے آنے کی اطلاع نہ دیتیں۔ اس فلیٹ میں نے تو کل ہی شاہ رخ کو ان کے لیے کمرہ سیٹ کرنے کا کہہ دیا تھا۔ شاہ رخ۔" وہ سدرہ کو نظرانداز کیے آواز دے رہی تھی۔

"جی باجی۔" وہ جانے کہاں سے نمودار ہوا۔

"نفیسہ باجی کے کمرے میں بھائی، چھریاں، چاقو سب رکھوا دو انہیں ضرورت ہوگی۔"

"ہیں جی۔؟ ضرورت۔؟ ان سب چیزوں کی ضرورت۔؟"

"ہاں میری تواضع کرنے کے لیے۔"

"خالہ پلیز سیریس۔" وہ چڑ گئی۔

"میں نے باتھ روم میں نئے تولیے، صابن، شیمپو اور ٹوتھ پیسٹ رکھ دیا ہے۔ نیا کور بیڈ پر بچھا دیا ہے۔ بچھے والا کمبل نکال کے رکھوا دیا ہے۔ کارپٹ ویکیوم کروا دیا ہے۔ ٹشو پیپر کا نیا ڈبہ بھی رکھوا دیا ہے۔ آپ کے جو رشتے دار آتے ہیں ان کو نزلہ زکام ضرور ہوتا ہے۔ بڑے ہی ٹشو پیپر ضائع کرتے ہیں اور ہاں، جائے نماز اور تسبیح بھی رکھ دی ہے۔ حالانکہ مجھے پتہ نہیں کہ اللہ نے بھی ان کو نماز پڑھنے کی توفیق کبھی دی ہے یا نہیں۔ اسے ابھی تو بھی میں آواز دے کہیں سے۔"

وہ ساری کارگزاری بیان کرنے کے بعد بڑے درد بھرے انداز میں گنگناتا نکل گیا۔

"میں یہاں ٹکڑوں میں جی رہا ہوں تو کہیں ٹکڑوں میں جی رہی ہوگی۔"

حبیبہ کا سارا دھیان اس کی طرف جاتی تو ازپ تھا۔ وہ جیسے گانے کے ان بولوں میں کھو چکی تھی۔

"خالہ! میں کچھ کہہ رہی ہوں، ماما کل رات کی فلائیٹ سے آرہی ہیں۔"

"تو آنے دو میری جان۔" حبیبہ کے لہجے میں صدیوں کی تھکن سمٹ آئی۔ "یہ پہلا موقع نہیں ہے سدرہ کہ مجھے ان سے گلہ ہو، اسی ننھی سی زندگی میں نے سہہ لی ہے سدرہ، وہ تو بس دو دن کی ہیں۔"

☆ ☆ ☆

"صرف میری دوست ہے" اتنا کہہ رہی ہے تو ایک بار اس سے مل لینے میں حرج کیا ہے؟"

"ایک بار مل چکی ہوں۔" "مگر" نفیسہ تلملائیں۔ "وہ آپ کی دوست ہے تو کیا صرف اس کا دل رکھنے کے لیے میں ہرایرے غیرے سے ملاقاتیں کرتی پھروں۔"

"تم تو ایسے رہی ہو جیسے پردے میں بیٹھی ہو۔" نفیسہ کو بھی غصہ آگیا۔ "پہلے اس سے اتنی لگاوٹ سے نہیں ملنا تھا، نہیں کرتی تمہی اتنی حوصلہ افزائی کہ وہ رشتہ لیے پہ تل بیٹھتا۔"

"باجی۔" وہ دنگ رہ گئی۔ اتنی نفیس نظر آنے والی عورت کے ایسے خیالات جان کے۔

"اگر تمہاری شادی کرکے گھر بسانے کی نیت نہیں ہے تو اسی طرح رہو۔ جیسے بیوائیں رہتی ہیں۔ یوں کولہوں پہ کٹی فٹنگ والی قمیصیں پہن کے بال رنگ کے کاندھوں پہ بکھرائے اور پتلونیں کس کے بیڈ منٹن کھیلنے لوگ غلط فہمی کا شکار تو ہوں گے۔"

"یعنی آپ کا خیال ہے خود کا خیال رکھنا، زندگی کو زندہ دلی سے جینا ان سب کا مطلب ہے کہ میں کسی بیچ ہی کی تلاش میں ہوں؟"

"تو اور کیا؟ اگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری شادی کے سلسلے میں تم پہ دباؤ نہ ڈالیں تو اپنی ذرا اپنے رنگ ڈھنگ اور اطوار درست کرو۔ اپنی عمر کے مطابق رہو۔ تاکہ آئے دن لوگ منگنی کی انگوٹھی ہاتھ میں پکڑے یہاں کے پھیرے نہ لگا رہے ہوں۔ اور اگر یہ سب نہیں کرتیں۔ تو کرلو کسی سے نکاح تاکہ آگے مرد کا نام لگا ہو تو کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا۔ اپنے شوہر کی مرضی سے چاہے پتلون پہن کے بیڈ منٹن کھیلنا چاہے نیکر پہن کے ہاکی۔"

سدرہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی ماما کے منہ پہ ہاتھ رکھ دے۔ آج سے پہلے اسے ماما کی صاف گوئی پہ خاصا ناز تھا۔ فخریہ کہتی تھی۔ میری ماما منافق نہیں ہیں نہ ہی دوغلی۔ جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پہ ہوتا ہے۔

لیکن آج احساس ہو رہا تھا کہ اگر دل میں یہ سب ہو تو اسے دل میں رکھنا ہی مناسب ہے۔ دل کی باتیں تب زبان پہ لانا چاہئیں جب وہ لانے کے قابل ہوں۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بلائیں اپنے مقبول صاحب کو۔" حبیبہ نے ایک گہری سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس سے آگے مجھ سے یہ امید نہ رکھیں کہ میں بغیر سوچے سمجھے صرف آپ سب کو مطمئن کرنے کی خاطر اس رشتے پہ رضامندی ظاہر کردوں گی۔ آپ کو جو شوق سوار ہوا ہے۔ آپ اسے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ صرف کوشش۔"

خولہ نے کھوجتی نظروں سے حبیبہ کے چہرے کو ٹٹولنا چاہا۔ کہ اس وارننگ۔ یا چیلنج کی تہہ میں اتر سکے مگر ناکام رہی۔

☆ ☆ ☆

ڈرائنگ روم میں مقبول اور علی ایک بار پھر بیٹھے تھے۔ سامنے والے صوفے پہ آج بھی اس دن کی طرح حبیبہ اور سدرہ بیٹھی تھیں مگر آج کمرے میں چند اور نفوس کا بھی اضافہ تھا۔

نفیسہ کا۔ نفیسہ کے شوہر سمیع اللہ۔

صہیب اور مہر کا شوہر رحیم۔

"تو آپ شادی کرنا چاہتے ہیں مجھ سے؟" خلاف توقع حبیبہ نے ڈائریکٹ مقبول سے پوچھ ڈالا۔

"جی۔ مگر آپ کی رضامندی سے۔" وہ اس کے چہرے کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔

"کچھ باتیں واضح ہو جائیں تو بہتر ہے۔" سمیع اللہ نے گفتگو کے اپنی بات کا آغاز کیا۔ "حبیبہ کے پہلے شوہر انور شفیق کی وفات۔"

"جی میں جانتا ہوں۔" مقبول نے ان کی بات کاٹی۔

"انور صاحب سے ایک زمانے میں میری سلام دعا رہی ہے۔ اور میں تب بھی جانتا تھا کہ حبیبہ ان کی بیگم تھیں۔"

حبیبہ نے چونک کر اسے دیکھا اور تعجب کے

UrduPhoto.com

رنگ آنکھوں میں بھرے اس کے چہرے سے شناسائی تلاش کی جا رہی۔

"کوئی تو بات خاصی پرانی ہے۔"

مسز سعدی تیز انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے کہتی زیر لب ہنس رہی تھیں۔

"جی۔ خاصی پرانی۔" مقبول نے تصدیق کی۔

حبیبہ خود پہ کڑی بس اور سعدی کی نظروں سے گھبرا اٹھی۔

"میرا انہیں خیال کہ حبیبہ اس بارے میں کچھ جانتی ہوں گی۔ ان سے ایک دو بار ہی سامنا ہوا ہوگا میرا اور وہ بھی سرسری سا۔ ان فیکٹ پچھلی بار جب میں ان سے یہاں ملا تھا تب میں بھی فوری طور پر پہچان نہیں پایا تھا۔"

"آپ۔" حبیبہ نے پوچھنا چاہا۔

"میں ان دنوں پاس جاب کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر جمیل کے کلینک میں انہیں اسسٹ بھی کر رہا تھا جب انور صاحب ان کے زیر علاج تھے اور وہیں پہ آپ..."

"پلیز۔" حبیبہ یہ سب سوچ سمجھ کر وہیں اٹھ کھڑی ہوئی۔ "پلیز آپ جا سکتے ہیں۔"

"حبیبہ۔" لطیفہ نے تنبیہہ کی۔ مگر وہ بھی برا مانتے ہوئے اٹھ کھڑی ہو گئی۔

"اصل میں حبیبہ۔ مقبول کے کہنے پہ آ گئی ورنہ تو تمہارا یہاں کیا ہونے والا ہے۔ جو میرے ہونے والے شوہر کو گھنٹے پہ تیار نہیں۔ اس کے کسی واقف کار تک کا نام سنتے ہی اسے گھر سے گھر جانے کا حکم دے رہی ہو۔ وہ کسی اور کو شادی کے لئے کیا انتظام رہے گی۔"

"یعنی میری توقع کے عین مطابق آپ لوگ اصلیت سے واقف نہیں ہیں۔"

مقبول پہ حبیبہ کی کسی بات کا اثر ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے بیٹھا کہہ رہا تھا۔

"کیسی اصلیت؟" معقول سوال سمیع اللہ کی جانب سے آیا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں ہے کسی کی اصلیت کسی دوسرے پہ بلاوجہ کھولنے کی۔" حبیبہ نے درشتی سے باز رکھنا چاہا۔

"ہاں۔ تم تو یہی چاہو گی۔ جھگڑے کے بعد بھی پچھلی کر نہیں جانا کہ وہ کیا گئی۔ مگر اس مرنے والے کو اب بھی معاف نہ کیا دل سے۔ نہ ہی اس کے بیٹے کا تو ذکر ہی۔"

"ان کے فاتحہ پڑھنے سے شاید انور صاحب کی مغفرت ہو جائے۔ قرآن کے حوالے سے غلط۔ لیکن جو کچھ انہوں نے انور صاحب کے لئے کیا ہے اس پہ ان کی روح ضرور حبیبہ کی شکر گزار ہوگی۔"

"کیا مطلب؟" لطیفہ بے چین ہوئیں۔

"یار اب بس بھی کرو۔ سسپنس پھیلانا بات ختم کرو۔" سلمی نے بھی ٹوک دیا۔

"ڈاکٹر جمیل کے ریکارڈ کے مطابق انور شفیق صاحب موروثی بانجھ پن کے مرض کا شکار تھے اور اپنا باقاعدہ علاج کرا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں دوران علاج شادی کرنے سے روکا تھا مگر وہ اپنی بیمار والدہ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجبوراً شادی کر بیٹھے۔ شادی کے بعد بھی انہوں نے علاج ترک نہیں کیا بلکہ اب وہ زیادہ شدت سے اپنے مرض کا خاتمہ ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ انہی دنوں ڈاکٹر جمیل کو دو مہینے کے لئے انگلینڈ جانا پڑا۔ ان دو مہینوں میں انور صاحب کی کلینک آنے کا سلسلہ رک گیا اور دو ماہ کے بعد جب ڈاکٹر صاحب آئے اور میں نے بھی دوبارہ کلینک جانا شروع کیا تب انور صاحب اپنی بیگم کے ساتھ آئے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میرا مطلب ہے حبیبہ صاحبہ کی۔"

مقبول نے حبیبہ کے فق ہوتے چہرے کی طرف دیکھا۔

"کلینک میں ہی گائناکالوجسٹ کے پاس ان کا چیک اپ کرایا گیا اور رپورٹ ملی کہ یہ پریگننٹ ہیں۔"

"کیا؟" لطیفہ نے حیرت سے بہن کی جانب دیکھا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"مگر ہمیں تو کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ حبیبہ..."

"ہاں۔ کیونکہ اس خبر کی مدت بس چند گھنٹے ہی تھی۔ انور صاحب نے وہیں کلینک میں ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ وہ کسی بھی طرح اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنی میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ کسی بھی طرح اس کے اہل نہیں ہیں پھر ان کی بیوی حاملہ کیسے ہو سکتی ہے۔ حبیبہ صاحبہ پہ بھی یہ انکشاف اسی وقت ہوا تھا۔ اپنے امید سے ہونے کا بھی۔ اور اپنے شوہر کے نقص کے بارے میں بھی۔ مجھے آج تک عورت کی بے بسی اور بے وقعتی کے وہ توہین آمیز لمحات یاد ہیں۔ جب ایک عورت اجنبی لوگوں کے مجمع میں ایک بپھرے ہوئے شخص سے مغلظات سن رہی تھی۔ اور سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اپنے امید سے ہونے کی خوش خبری پہ شکرانہ ادا کرے یا اپنے کردار کی دھجیاں اڑنے پہ ماتم کرے۔"

مقبول نے حبیبہ کے چہرے پہ پھیلے آنسو دیکھے اور لمحہ بھر کے لیے چپ ہوا۔

"ڈاکٹر جلیل نے بہت مشکل سے معاملے کو ہینڈل کیا۔ اگر انور صاحب صرف ان کے پیشنٹ ہوتے تو وہ اس بدتمیزی اور ہنگامہ آرائی پہ انہیں کلینک سے باہر پھکوا دیتے مگر وہ ان کے دوست بھی تھے۔ اس لیے بمشکل انہیں سمجھا بجھا کے وہ لیبارٹری میں لے گئے ٹیسٹ وغیرہ کرانے کے لیے کہ ایسا ہوتا ہے۔ اکثر کیسز میں علاج ترک کرنے کے کچھ عرصے بعد بہتری کے آثار خود بخود پیدا ہونے لگتے ہیں۔ مگر جو کچھ وہ کہہ گئے تھے' وہ حبیبہ برداشت نہ کر سکیں۔ پھر کلینک میں موجود لوگ۔ ان کی باتیں۔ طعنے۔ الزام۔ ادھر انور شفیق صاحب لیبارٹری میں تھے۔ ادھر حبیبہ صاحبہ ڈاکٹر خشنود کے کلینک میں۔ انور صاحب کی رپورٹس آنے سے پہلے وہ اس امید سے ہاتھ دھو بیٹھیں چند گھنٹے قبل جس کی خوش خبری سنی تھی۔"

حبیبہ کی سسکیاں ماحول کے سکوت کو بوجھل کرنے لگیں۔ اندر کمرے میں موجود خولہ اور سدرہ بھی دروازے سے لگی ساری بات سنتے ہوئے سسک اٹھیں۔

"پھر رپورٹس آگئیں۔ ان کی پاک دامنی ظاہر ہو گئی۔ انور صاحب مکمل صحت یاب ہو چکے تھے۔ مگر وہ شرمندہ تھے' معافی مانگ رہے تھے مگر اس کا وقت گزر چکا تھا۔ اس کے بعد کے حالات میں نہیں جانتا۔ مگر اس دن حبیبہ صاحبہ سے دوبارہ ملنے کے بعد اور مسز آپا سے ان کی زندگی کے چند حالات جاننے کے بعد میرے دل میں ایک دم ان کی عظمت بڑھ گئی۔ حالانکہ آپا نے کوئی خاص اچھی باتیں نہیں بتائی تھیں ان کے بارے میں۔ مگر میں جان گیا۔ انہوں نے کس طرح بھرم قائم رکھا۔ اپنا بھی اور اپنے مرحوم شوہر کا بھی۔ وہ کبھی انور صاحب کو معاف نہیں کر سکیں۔ اسے میں ان کی کم ظرفی نہیں۔ ان کی نسوانیت اور وقار کی جیت کہوں گا۔ انور صاحب نے جس طرح سرعام ان پہ بہتان تراشی کی تھی۔ اس ذلت کے بعد شاید ہی کوئی عورت کسی ایسے مرد کو اپنی زندگی میں وہ مقام دے پائے جو عزت' محبت اور اپنائیت کا متقاضی ہوتا ہے ہاں مگر' انہوں نے اصل حالات بھی کسی کو نہیں بتائے۔ کیا پتہ۔ اپنا بھرم رکھنے کے لیے۔ کیا پتہ انور صاحب کا بھرم رکھنے کے لیے۔ یا شاید آپ سب کا بھرم رکھنے کے لیے۔"

اس بات پہ نفیسہ نے سوالیہ نظروں سے اسے الجھ کے دیکھا۔

"جی۔ آپ سب کا۔ اپنے خونی رشتوں کا بھرم۔ کیا پتہ آپ بھی ان کا یقین کرتے یا نہ کرتے۔ انہوں نے اس امتحان میں نہیں ڈالا آپ کو۔ اور خود کئی سالوں سے اس امتحان میں ہیں۔"

نفیسہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

سدرہ [illegible] خولہ کا ہاتھ تھامتی باہر نکل آئی اور روتی بلکتی حبیبہ کے پاس بیٹھ کے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا۔

اس کی ایک ملامتی نظر نے اس کی ماں کو نگاہیں جھکانے پہ مجبور کر دیا۔

"میں یہ جاننے کے بعد بھی حبیبہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں کہ اس حادثے کے نتیجے میں یہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتیں۔ اس لیے کہ ماں بن کے عورت مکمل ہوتی ہے۔ جبکہ حبیبہ پہلے ہی مکمل ہیں۔ ایک مکمل عورت۔ جنہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے ظلم پہ کسی کی ہمدردی نہیں لینا چاہی۔ کسی کا سہارا نہیں لینا چاہا۔ نہ سمجھوتہ کرتے ہوئے اس شخص کے پاس دوبارہ لوٹیں جو قاتل تھا۔ ان کے اعتبار کا' ان کے وقار کا' ان کی اولاد' ان کی کوکھ کا۔ ایسی ہی مکمل اور اپنے وقار کی خاطر سب کچھ برداشت کر جانے والی عورت میرا آئیڈیل ہے۔"

☼ ☼ ☼

"پھر تو ایسا کرے کمال۔ سیدھی کرے سب کی چال۔

اور چھورا۔ گنگا کنارے والا۔"

شاہ رخ جھوم جھوم کے صفائی کر رہا تھا۔

"شاہ رخ! تم نے کمرہ سیٹ کر دیا؟"

خولہ نے اس کے سر پہ کھڑے ہو کے پوچھا۔

"ہاں جی۔ چکاچوند کر رہا ہے۔ دیکھ لیں جاکے۔"

"علی۔" خولہ نے زور سے آواز دی۔

"جی بیگم صاحبہ۔" وہ فوراً چراغ کے جن کی طرح سینے پہ ہاتھ باندھے حاضر ہو گیا۔

"یہ غلط بات ہے۔ آپ نے میری لائن بول دی۔" شاہ رخ نے احتجاج کیا۔

"یار۔ یہ تم کیوں پکڑ لائی تھیں۔؟" علی نے حسب عادت شاہ رخ کو ناک چڑھا کے دیکھتے ہوئے خولہ سے پوچھا۔

"کیونکہ اسے ٹرسٹ والے لینے پہ تیار نہیں تھے۔"

حبیبہ نے مقبول کے کہنے پہ انور شفیق کی وہ ساری جائیداد بنگلہ' دکانیں سب فروخت کر کے کسی ٹرسٹ کو پیسہ دے دیا تھا۔

"مجھے اب ان سب کی ضرورت نہیں۔ شاید پہلے بھی نہیں تھی مگر انور کے لیے میرے دل میں جو غصہ دوبارہ گیا تھا۔ اور جو اس کی اچانک موت کی وجہ سے بھی اس پہ ظاہر نہیں ہو سکا۔ وہ میں اس پیسے کے بے دریغ استعمال سے نکال لیا کرتی تھی۔ مگر اب نہیں۔ شاید یہ سب خیرات کر کے میں اپنے دل میں بھی غصے کی جگہ سکون اور اطمینان بھر سکوں اور انور کی مغفرت بھی ہو جائے۔"

"پاگل خانے جمع کروانا تھا اگر ٹرسٹ والے نہیں رکھ رہے تھے۔" علی بڑبڑایا۔

"تم۔ ایسے ہی۔ اتنے کام کا ہے۔ صفائی۔ کوکنگ' گارڈننگ' ہر کام میں تیز۔ اور گانے مفت میں۔"

"گانے تو میں بھی تمہیں سنا سکتا ہوں۔" وہ شرارتی ہوا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے شوکت علی کے ماہیے سننے کا۔"

"یار فون تو کرنا تھا کہاں رہ گئے مقبول اور مسز مقبول۔"

"میں نے کیا تھا۔ گوجرانوالہ کراس کر رہے تھے تب۔ اب تو آنے والے ہوں گے' ان ہی کا کمرہ تو سیٹ کروا رہی تھی میں۔"

"تو۔ یہ لیا اور حاضر۔" علی گیٹ پہ بجتے مسلسل ہارن کو پہچان کے باہر لپکا خولہ طمانیت سے مسکرائی۔

"تھینک یو حبیبہ جی۔ آپ کا مشورہ مان کے میں نے علی جیسا ساتھی پالیا۔ اور تھینک یو۔ کہ آپ نے میرا مشورہ مان کے مقبول بھائی جیسے قدردان کو واپس نہ لوٹایا۔"

UrduPhoto.com